احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اگست 2021ء

شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام اور اشکالات کا ازالہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

حسین علیہ السلام

شانِ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام

ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کا قابلِ عمل منصوبہ

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی نئی تحقیق

اسلامی سلطنت میں حاکمِ وقت کی ذمہ داریاں

شیخ الاسلام کا علمی و روحانی مقام

بانیٔ پاکستان اور علمائے حق کے درمیان نظریاتی ہم آہنگی

فضائل و مناقبِ اہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام اور دیگر موضوعات پر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اِیمان اَفروز علمی و تحقیقی کتب

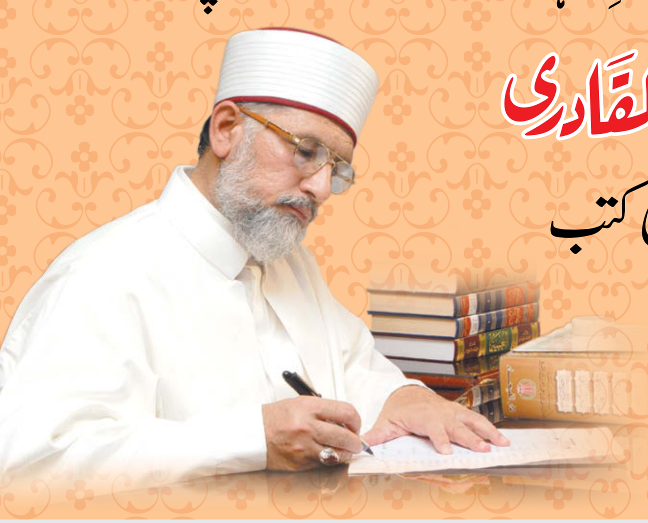

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیر نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 35 شمارہ: 8 | محرم الحرام ۱۴۴۳ھ | اگست 2021ء

حسن ترتیب

اداریہ: اسلامی سلطنت میں حاکمِ وقت کی ذمہ داریاں	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: شہادتِ امام حسین علیہ السلام اور اشکالات کا ازالہ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
دورۂ علوم الحدیث (نشست: سوم، آخری حصہ)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	12
الفقہ: نکاح بابرکت اور کامیابی زندگی کا ضامن ہے	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	16
شانِ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	19
نظام المدارس پاکستان کے نصاب کی خصوصیات	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	24
ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کا قابلِ عمل منصوبہ	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	30
شیخ الاسلام کا علمی اور روحانی مقام	محمد شفقت اللہ قادری	33
تحریکِ پاکستان میں علماء کرام کا کردار	نوراللہ صدیقی	37
علامہ محمد اقبالؒ کا تصورِ جبر و اختیار	علی وقار قادری	39

چیف ایڈیٹر نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، محمد فاروق رانا
عین الحق بغدادی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم | گرافکس عبدالسلام
خطاطی محمد اکرم قادری | عکاسی قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے | سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

ہرگز نہ جا کے غیر کے آگے صدا کروں
ربِّ علیٰ کے سامنے بس التجا کروں

میری خدا کے سامنے ہو بندگی قبول
جب میں کمالِ عجز سے سجدہ ادا کروں

بخشے جو استطاعتیں رزّاقِ کل جہاں
میں فرضِ حج ادا کروں، عمرہ ادا کروں

لہجے کو دے حلاوتیں اے ربِّ ذوالجلال!
میں بھی اذاں بلالؓ سی شیریں دیا کروں

توفیق دے اطاعتِ بے لوث کی مجھے
دن رات تیرے در پہ میں حاضر رہا کروں

آغاز حمد سے ہو دعا کا، یہ حکم ہے
پھر پیش میں وسیلۂ صلِّ علیٰ کروں

طاہرؔ! ملے جو زینتِ اعمال کا شعور
رب کی بجاہِ مصطفیٰؐ حمدیں پڑھا کروں

﴿پروفیسر محمد طاہرؔ صدیقی﴾

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دل کی آنکھوں سے رُخِ میزابِ کعبہ دیکھیے
وہ بھی ہے مشتاقِ دیدارِ مدینہ دیکھیے

آرہی ہیں جالیوں سے باہر اُن کی رحمتیں
با ادب ہوکر کھڑے پیشِ مواجہ دیکھیے

دل میں شوقِ دید بھی ہے، درد بھی ہے ہجر کا
''اشک آنکھوں سے ہیں جاری میرے آقا دیکھیے''

نعمتِ عظمیٰ ہے یہ بھی از طفیلِ مصطفیؐ
ہے کھلا دروازۂ ایجابِ توبہ دیکھیے

مہد میں اُٹھتی ہے انگلی جس طرف سرکار کی
چاند جاتا ہے اُدھر بن کر کھلونا دیکھیے

بارِ دیگر عرش کے مہمان کے دیدار کو
اب بھی شب بیدار ہے چشمِ ثُریّا دیکھیے

کاش غارِ ثور والی ایک نیکی ہو نصیب
ہے دلِ فاروقِ اعظمؓ کی تمنّا دیکھیے

لارہی ہے پھر سے اذنِ حاضری بادِ نسیم
چشمِ ہمذانیؔ! بسوئے راہِ طیبہ دیکھیے

﴿انجینئر اشفاق حسین ہمذانیؔ﴾

اداریہ

اسلامی سلطنت میں حاکم وقت کی ذمہ داریاں

اسلامی سلطنت میں آباد غریب، مظلوم، مفلوک الحال سمیت ہر شہری کی حفاظت اور کفالت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ریاست کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائے، بے سہارا افراد کو چھت اور انصاف کے متلاشیوں کو انصاف فراہم کرے۔ اسلام قیامت تک کے لئے ضابطۂ حیات ہے۔ قرآن مجید میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق انسانی فلاح و بہبود اور حاکمینِ وقت کی ذمہ داریوں کے بارے میں ابہام سے پاک اصول متعین کر دیئے ہیں۔ خلفائے راشدین کے ادوار اور بعدازاں کچھ ادوار ایسے گزرے ہیں جنہیں قرآن و سنت کے تابع مثالی ادوار قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاہم اسلامی ریاست کے نام پر کچھ ادوار ایسے بھی گزرے جن پر اسلامی تاریخ شرمندہ و شرمسار بھی ہے تاہم ریاست اور سیاست کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کچھ اصول اور تعلیمات فراہم کر دی ہیں، اگر ان تعلیمات پر ان کی روح کے مطابق عملدرآمد کر لیا جائے تو آج بھی ایک مثالی، اسلامی معاشرہ کی تشکیل ممکن ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''اقتصادیاتِ اسلام (تشکیل جدید)'' میں اسلامی ریاست اور سربراہ مملکت کی ذمہ داریوں پر بحث کی ہے اور اس ضمن میں قرآن و سنت کی تعلیمات اور ائمہ و محدثین کے نقطہ نظر کو بڑی فصاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر اس شخص کو ضرور کرنا چاہیے جس کے پاس ریاست کا کوئی نہ کوئی مالی یا انتظامی اختیار موجود ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت عظیم خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات پر ان کی اہلیہ حضرت فاطمہؓ سے اظہارِ تعزیت کے لئے گئی تو حضرت فاطمہؓ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ تم میں سے کسی سے بھی زیادہ نمازیں پڑھنے والے اور روزے رکھنے والے نہیں تھے لیکن اللہ کی قسم میں نے کسی بندہ خدا کو عمر بن عبدالعزیزؒ کے علاوہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنے جسم اور ذات کو لوگوں کے لئے وقف کر رکھا تھا، وہ دن بھر لوگوں کی حاجات پوری کرنے کے لئے بیٹھے رہتے۔ اگر دن گزر جاتا اور ابھی لوگوں کے کام باقی رہ جاتے تو وہ رات میں بھی لگے رہتے۔ ایک دن یوں ہوا کہ لوگوں کی حاجات سے دن ہی دن میں فارغ ہو گئے تو شام کو ایک چراغ منگوایا جسے وہ اپنے ذاتی تیل سے جلاتے تھے اور پھر انہوں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس حال میں سیدھے بیٹھے رہے کہ آنسو کی لڑیاں رخساروں پر بہتی رہیں اور ساری رات یونہی بیٹھے روتے رہے حتی کہ سپیدہ سحر نمودار ہوا تو انہوں نے روزے کی نیت کر لی۔ میں نے پوچھا امیر المومنین آپ کس وجہ سے یوں بیٹھے روتے رہے؟ انہوں نے کہا: ہاں میرا حال یہ ہے کہ میں اسود و احمر تمام امتِ مسلمہ کا والی بنایا گیا ہوں۔ مجھے ملک کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے مساکین، فقراء، محتاج قیدیوں اور ان جیسے مظلوم و مقہور لوگوں کی یاد آئی تو مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا۔

عظیم خلیفۃ المسلمین کے حالات سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حاکمِ وقت کی پہلی ترجیح اللہ سے ڈرتے رہنا ہے، اس کے احکامات بجا لانا ہے اور مخلوقِ خدا کی حاجت روائی ہے۔ فقہاء کی اس جماعت کو زوجہ عمر بن عبدالعزیز نے یہ بھی کہا کہ کاش ہمارے درمیان اور اس خلافت و امارت کے درمیان زمین و آسمان کی دوری ہوتی یعنی ریاست کے اختیارات ایک

بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کے دوران بروئے کار آنے والے ہر فیصلے اور لئے جانے والے ہر سانس کی باز پرس ہونی ہے۔ اس سلسلے میں چند فرامینِ مصطفیٰ ﷺ ملاحظہ فرمائیں:

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جسے اللہ نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا‘‘۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: جو ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ اس کی ضروریات، فقر اور مسکنت پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ امارت کا سوال کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ (امارت وحکومت) بہت بڑی امانت اور بروزِ قیامت (امیر کے لئے) رسوائی اور ندامت کا باعث ہے، البتہ (اس حاکم کے لئے رسوائی نہیں ہوگی) جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ اختیار کیا اور امارت وحکومت میں جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی اس کو کما حقہ ادا کیا‘‘۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ’’جس بندے کو رب ذوالجلال نے کسی رعایا کا حکمران بنایا، پھر اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی تو وہ حکمران جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا‘‘۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: ’’حکمران ہر اس آدمی کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو‘‘۔

ان ارشادات کی روشنی میں ہر شہری کو انصاف مہیا کرنا حکومتِ وقت کی اسلامی، آئینی اور قانونی ذمہ داری ہے۔ اگرچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عام آدمی کے مسائل بھی مختلف ہو رہے ہیں لیکن انہیں حل کرنے کی ذمہ داری حکومت کے ذمہ ہے۔ مثال کے طور پر اگر آج مصنوعی مہنگائی اور گرانی کی وجہ سے عام آدمی کا استحصال ہوتا ہے تو اس استحصال سے عام شہری کو محفوظ رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر حکومت اپنی اس ذمہ داری کو انجام دینے میں ناکام رہتی ہے تو قیامت کے دن اس کی باز پرس ہوگی۔ اسی طرح آج لوڈشیڈنگ کی وجہ سے بھی زندگی اجیرن بن چکی ہے، غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ کی وجہ بسا اوقات ہسپتالوں میں یا تنگ و تاریک گھروں میں بیمار جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔ اس وجہ سے اگر کوئی اپنی جان کی بازی ہارتا ہے یا اس کی بیماری اس پر حاوی ہوتی ہے تو اس کا حساب بھی حکومتِ وقت سے اور حکمرانوں سے لیا جائے گا۔ اسی طرح خزانے کی حفاظت اور عوام کے وسائل کا منصفانہ اور جائز استعمال بھی حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے۔ قیامت کے دن اسراف اور دولت کے ناجائز استعمال کی پائی پائی کا حساب مانگا جائے گا۔

اسلامی ریاست میں انسانی جان کی حفاظت اور انصاف کی فراہمی کو مرکزیت حاصل ہے۔ قیامت کے روز ناانصافی کرنے والے منصف اور ناحق کسی کی جان لینے والے قاتل کی کڑی گرفت ہوگی۔ قاتلوں اور انصاف کا خون کرنے والوں کو قانون کے کٹہرے میں لانا یہ حاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ طاقتور اپنے مفادات کے لئے کمزوروں کی جان تک لے لیتے ہیں اور پھر اپنی دولت، اثر و رسوخ اور بے پناہ وسائل بروئے کار لا کر انصاف کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور سزا سے بچ جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک یہ انتہائی ناقابلِ معافی گناہ اور جرم ہے۔ اسی تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ماڈل ٹاؤن جیسے سانحہ میں طاقتور؛ کمزور شہریوں کی ناحق جان لے لیتے ہیں اور پھر مظلوموں کو انصاف سے محروم رکھنے کے لئے ریاست اپنا کردار ادا کرنے کی بجائے طاقتوروں کے لئے قانونی ریلیف تلاش کرتی ہے۔ یہ بہت بڑا گناہ اور قابلِ محاسبہ جرم ہے۔ حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کمزوروں کی حفاظت کرنے اور انہیں انصاف فراہم کرنے کے لئے تمام طاقت اور وسائل بروئے کار لائے۔

(چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی)

شہادتِ امام حسین علیہ السلام اور اشکالات کا ازالہ

فتنہ پرور عناصر کی یہ ناپاک حسرت ہے کہ اہلِ بیت اطہار علیہم السلام سے محبت کے رشتے کو کمزور کرکے امت کا حضور نبی اکرم ﷺ سے رشتہ کاٹ دیا جائے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین..........معاون: محبوب حسین

حصہ اول

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا. وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا. (الاحزاب، ۳۳: ۵۷، ۵۸)

’’بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لیے ذِلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مَردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں بغیر اِس کے کہ انہوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (اپنے سَر) لے لیا‘‘۔

بلاشک و شبہ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و مؤدت اور ان کی پیروی ہمارا ایمان بھی ہے اور ایمان کے حصول کے تقاضوں میں سے بھی ہے۔ بہت سے ایسے مسلّمہ حقائق جن کے ثبوت اور وضاحت کے لیے گزشتہ 14 سو سال میں کبھی کسی زمانے میں علماء کو ضرورت نہیں پڑی تھی، بدقسمتی سے آج ایک ایسا دورِ زوال ہے کہ اُن مسلّمہ حقائق کو ثابت کرنے کے لیے بھی دلائل درکار ہیں۔ ان ہی مسلّمہ حقائق میں سے ایک حقیقت شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام اور واقعۂ کربلا بھی ہے۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام اور واقعۂ کربلا کے حوالے سے بے بنیاد شکوک و شبہات پیدا کرکے سچائی کو دھندلایا جارہا ہے، لوگوں کے ذہن منتشر کیے جارہے ہیں اور ابہامات پیدا کیے جارہے ہیں تاکہ لوگ اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کی محبت و مؤدت کے رشتے سے کٹتے چلے جائیں یا یہ رشتہ کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے۔ اِن مذموم کاوشوں سے اُن فتنہ پرور عناصر کا مقصد یہ ہے کہ شکوک و شبہات کا شکار ہوکر اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی محبت اور مؤدت کے رشتے کے ختم ہونے کے بعد امت کا رشتہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ سے بھی کٹ جائے، ان کے دلوں سے تعظیم رسول میں بھی کمی واقع ہوجائے، آقا علیہ السلام کے ساتھ عشق و محبت کا تعلق کمزور پڑ جائے اور وہ ساری خیرات و برکات جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے اہلِ ایمان کو اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے واسطے سے نصیب ہوتی ہے، امت اس سے محروم ہوجائے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ واقعہ کربلا اور شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور ابہامات کا قلع قمع کیا جائے تاکہ لوگوں کے ایمان کی حفاظت ہو اور اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے ساتھ تعلقِ محبت و مؤدت قائم رکھا جاسکے۔

آج سوشل میڈیا کا زمانہ ہے، جس شخص کی بات دس بندے بھی براہِ راست سننے والے نہیں، وہ بیہودہ، بے بنیاد اور بے دلیل

☆ (خطاب: Gc-80) (بمقام: مرکزی سیکرٹری) (29 اگست 2020ء)

باتیں نیٹ پر اپلوڈ کردیتے ہیں جو بعد ازاں ایک کثیر تعداد تک پہنچ جاتی ہیں، نتیجتاً اس سے خرافات پھیلتی ہیں جو لامحالہ تشکیک کی گرد کے ذریعے بعض ذہنوں کو خراب کرتی ہیں۔ ذیل میں واقعہ کربلا اور شہادتِ امام حسینؑ کے حوالے سے پیدا کیے گئے شکوک و شبہات کا قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں ازالہ کیا جارہا ہے:

۱۔ کیا شہادتِ امام حسینؑ محض ایک نفسِ انسانی کے قتل کا مسئلہ ہے؟

شہادتِ امام حسینؑ کے حوالے سے ایک اشکال یہ پیدا کیا جارہا ہے کہ یہ نفسِ انسانی کے قتل کا مسئلہ ہے اور چونکہ قتل کا عمل حرام ہے، اس لیے اسے کفر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یعنی امام حسینؑ کو شہید کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوجاتا، اس لیے کہ انسانی نفس کا قتل حرام فعل ضرور ہے مگر یہ باعثِ کفر نہیں ہے۔ یہ علت قائم کرکے درحقیقت یزید اور اس کے حواریوں کو تحفظ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

معاذ اللہ یہ باتیں میڈیا پر اعلانیہ کہی جارہی ہیں۔ یہ اشکال پیدا کرکے نوجوان نسل کے ذہنوں کو برباد کیا جارہا ہے اور چودہ سو سال سے ایمان اور عقیدت کا جو رشتہ متصلاً و مسلسل چلا آرہا ہے اور جس کی ائمہ امت نے ہمیشہ تعلیم و تلقین کی ہے، اسے کاٹا جارہا ہے۔ امام عالی مقامؑ کی شہادت کو ایک عام نفسِ انسانی کے قتل جیسا قرار دینا، عترتِ رسول کے قتل کو عام نفوسِ انسانی کے قتل کے برابر ٹھہرانا اور کہنا کہ جس طرح نفسِ انسانی کے قتل سے بندہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح شہادتِ امام حسینؑ کے ذمہ دار بھی اس عمل سے کافر نہیں ہوئے، یہ سوچ محض اہلِ بیتِ اطہارؑ سے عداوت کا شاخسانہ ہے۔

آیئے! اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ امام حسینؑ اور دیگر اہلِ بیتِ اطہارؑ کے نفوسِ قدسیہ کا قتل ایک عام نفسِ انسانی جیسا تھا یا اس کا حکم ان سے جدا اور بالا تر ہے؟

یاد رکھیں! شہادت امام حسینؑ نفسِ انسانی کے قتل جیسا مسئلہ نہیں ہے کہ جسے محض ایک حرام عمل قرار دیا جائے بلکہ سیدنا امام حسینؑ اور اہلِ بیتِ اطہارؑ کو شہید کرکے درحقیقت حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانا کفر ہے۔

(ا) حضورؐ کے لیے باعثِ اذیت افعال کون سے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس امر کو واضح فرمادیا ہے کہ کیا کیا چیز آپ ﷺ کے لیے اذیت کا باعث بنتی ہے؟ ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ لا وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ط اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ط وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ط اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا. (الاحزاب، ٣٣: ٥٣)

”اے ایمان والو! نبیِ (مکرّم ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھاچکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہوجایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔ یقیناً تمہارا ایسے (دیر تک بیٹھے) رہنا نبیِ (اکرم ﷺ) کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (اُٹھ جانے کا کہتے ہوئے) شرماتے ہیں اور اللہ حق (بات کہنے) سے نہیں شرماتا، اور جب تم اُن (اَزواجِ مطہرات) سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پسِ پردہ پوچھا کرو، یہ (ادب) تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے بڑی طہارت کا سبب ہے، اور تمہارے لیے (ہرگز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم اُن کے بعد اَبد تک اُن کی اَزواجِ (مطہّرات) سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔“

بہت سے ایسے مسلّمہ حقائق جن کے ثبوت اور وضاحت کے لیے گزشتہ 14 سو سال میں کبھی کسی زمانے میں علماء کو ضرورت نہیں پڑی تھی، بدقسمتی سے آج ایک ایسا دورِ زوال ہے کہ اُن مسلّمہ حقائق کو ثابت کرنے کے لیے بھی دلائل درکار ہیں

یہ آیت مبارکہ ایک عظیم پیغام دے رہی ہے، ایک حکم قائم کر رہی ہے اور کئی اشکالات کا ازالہ اور شبہات کی جڑ کاٹ رہی ہے۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ درج ذیل اعمال، افعال اور امور حضور ﷺ کے لیے اذیت کا باعث بنتے ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کے بلائے بغیر آپ ﷺ کے گھروں میں داخل ہونا، آپ ﷺ کے لیے اذیت کا باعث ہے۔

۲۔ کھانا کھانے کے بعد بیٹھے رہنا بھی حضور ﷺ کو اذیت دیتا ہے۔ آپ ﷺ کو حیاء آتی ہے کہ وہ تمھیں خود فرمائیں کہ چلے جاؤ مگر اللہ کو حق بات سمجھانے میں کوئی شرم نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے کہ میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ کھانے کے بعد چلے جایا کرو۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ وہاں بیٹھے ہوئے اگر تمھیں کسی چیز کی حاجت ہو تو حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج سے پردے کے پیچھے سے سوال کرو، سامنے سے سوال نہ کرو۔ اگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سامنے آکر اپنی حاجت کا سوال کرو گے تو تمہارا یہ عمل بھی میرے نبی ﷺ کو اذیت دے گا اور تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم میرے رسول ﷺ کو اذیت دو۔

۴۔ اللہ رب العزت نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ جب میرے رسول ﷺ کا وصال ہوجائے گا تو ان کی ظاہری حیات کے بعد ان کی کسی بھی زوجہ محترمہ سے شادی کرنا بھی حرام ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ بھی حضور ﷺ کے لیے اذیت کا باعث ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک معیار قائم کردیا ہے کہ اتنی اتنی بات بھی میرے رسول ﷺ کو اذیت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان باعثِ اذیت معمولی امور کو اس لیے بیان فرمایا کہ جس سے جتنی شدید محبت ہو، اس کے لیے پیمانہ اسی قدر جدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جیسے جیسے کسی سے محبت بڑھتی چلی جاتی ہے، محبوب اتنا ہی زیادہ عزیز تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ محبوب کو کس کس فعل سے اذیت پہنچتی ہے، یہ پیمانے بھی ہر انسان کے لیے بدلتے چلے جاتے ہیں، حتی کہ جب کسی سے انتہا کی محبت ہوتی ہے تو اس کے لطیف جذبات کو ٹھیس پہنچنے سے بھی اذیت ہوتی ہے۔ اس کے احساسات کو خفیف سی ضرب لگے تو یہ بھی اذیت کا باعث ہوتا ہے۔ کسی بات سے اگر اس کی طبیعت بوجھل ہو جائے تو اس سے بھی اسے اذیت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے تو پیمانہ یہ دیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد بیٹھ جانا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے جانے کا انتظار کرنا پڑے، دکھائی دینے میں یہ چھوٹا سا فعل ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے لیے اذیت کا باعث ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو یہ بھی گوارہ نہیں، اسی طرح اگر اپنی حاجت کی چیز ازواجِ مطہرات سے بغیر پردے کے طلب کرلی تو اس سے بھی حضور ﷺ کو اذیت ہوگی، رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر ان کے گھر میں داخل ہوگئے تو اس سے بھی حضور ﷺ کو اذیت ہوگی مگر افسوس کہ دوسری طرف عترتِ رسول کو جسمانی، ذہنی اور روحانی اذیت دی گئی، بھوکا و پیاسا رکھا گیا، شہید کیا گیا، لاشوں کی بے حرمتی کی گئی، خیمے جلائے گئے، شہزادیوں کو قیدی بنایا گیا، اہلِ بیت اطہار کے پاک نفوس کے سرکاٹ کر نیزوں پر چڑھائے گئے، قافلۂ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام قیدیوں جیسے ناروا سلوک کے ساتھ کوفہ و دمشق کے بازاروں میں گھمایا گیا، یہ اعمال وہ ہیں کہ جو اذیت کی آخری حد سے بھی آگے ہیں۔ یہ افعال تو ایسی اذیت کا باعث ہیں کہ جن کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے۔

اگر اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے ساتھ روا رکھے گئے اس فعل کا جائزہ لیں تو یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ یہ مسئلہ نفسِ انسانی کے قتل کا نہیں کہ محض حرام قرار دیا جائے بلکہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ کی اذیت کا ہے کہ کس طرح سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی گئی۔

(۲) حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے والے کے بارے میں قرآنی حکم

اگر کوئی اپنے قول، فعل اور عمل کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچاتا ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟ آیئے قرآن مجید ہی سے اس کا جواب تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ (الاحزاب، ۳۳: ۵۷)

’’بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لیے ذِلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

اس آیت مبارکہ سے درج ذیل احکام واضح ہو رہے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ملنے والی اذیت کو اپنی ذات کے ساتھ منسوب کردیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کو جسمانی اذیت پہنچتی ہے اور نہ ذہنی اور روحانی، اس کی ذات تو ایسے احساسات سے پاک ہے مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب سے اس قدر محبت ہے کہ اس نے فرمادیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ یہ امر بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ.

’’اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھا کرو۔‘‘ (الحجرات، ۴۹: ۱)

جس طرح رسول اللہ ﷺ کا ادب اللہ تعالیٰ کا دب ہے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت، اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کی حرمت، اللہ تعالیٰ کی حرمت ہے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ سے بے وفائی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی ہے۔۔۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانا، اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانا ہے۔

۲۔ اس آیت مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے والے کے بارے میں دوسرے حکم کو یوں بیان فرمایا:

لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔

انسان کی سمجھ میں آنے والی معمولی سی چیز سے بھی اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائے گا تو اس پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی لعنت ہے اور اس کے لیے انتہائی ذلت و رسوائی پہنچانے والا عذاب مقرر ہے۔

(۳) عَذَابًا مُّهِيْنًا کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟

لفظ ’’عَذَابًا مُّهِيْنًا‘‘ انتہائی توجہ طلب ہے۔ قرآن مجید نے عذاب کے تین معیار **عذاب عظیم**، **عذاب الیم** اور **عذاب مہین** مقرر کیے ہیں، جس سے عذاب کا حکم واضح ہوجاتا ہے۔

۱۔ ایسے جرائم جس کے نتیجے میں انسان عذابِ جہنم کا حقدار بنے گا، اس کے لیے ’’**عذاب عظیم**‘‘ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ کافر و غیر کافر دونوں کے لیے آیا ہے۔ یعنی گناہگاروں، فاسقوں، فاجروں، ظالموں، چوروں، جھوٹوں الغرض ہر قسم کے مجرم کے لیے ’’عذاب عظیم‘‘ کا ذکر آیا ہے۔

۲۔ اگر اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر سخت عذاب کرنا چاہے تو وہاں ’’**عذاب الیم**‘‘ کا لفظ آیا ہے، اس کا معنی دردناک عذاب ہے۔ اس لفظ کا استعمال قرآن مجید میں عام طور پر کافروں کے لیے ہوا ہے۔ اس میں عذاب کی شدت **عذاب عظیم** کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ جب **عذاب الیم** سے بھی زیادہ عذاب کی شدت بڑھانا مقصود ہو تو ’’**عذاب مہین**‘‘ یعنی اہانت انگیز، ذلت ناک عذاب کا ذکر آیا ہے۔

قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں **عذاب مہین** کا حکم آیا ہے، وہاں قرآن مجید نے صراحتاً کفر کا حکم صادر کیا ہے۔ یعنی ہر جگہ ’’**عذاب مہین**‘‘ کے سیاق و سباق میں کفار و مشرکین ہی کا ذکر ملتا ہے۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات درج کیے جا رہے ہیں:

۱۔ سورہ النساء،۱۴، ۳۷ (وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَاباً مُّهِیْنًا)

۲۔ سورہ البقرہ: ۹۰ (وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ)

۳۔ آل عمران: ۱۷۸ (وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا ...... وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ)

۴۔سورہ الحج: ۵۷ (وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ)

۵۔سورہ جاثیہ: ۹ (اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ)

۶۔المجادلہ: ۱۶ (اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ)

گویا قرآن مجید کے جن مقامات پر **عذاب مھین** وارد ہوا ہے، وہ صرف کفار کے لیے ہے۔ لہٰذا جب "**عذاب مھین**" آتا ہی کافروں کے لیے ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والے کے لیے بھی "**عذاب مھین**" کا حکم آیا ہے تو بلاشک وشبہ اس اذیت دینے والے کا شمار بھی کفار و مشرکین میں ہے اور وہ جہنمی ہے۔

پس رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے والا، اس اذیت پہنچانے کے فعل کے ارتکاب کی وجہ سے براہِ راست کافر ہوگیا۔ اب اس کے بعد مزید علل اور علمی، فکری، اصولی اور کلامی موشگافیوں کا تلاش کرنے کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔

بدقسمتی سے ہماری سوچ کا رخ ہی بدل گیا ہے۔ ہم غلط پیمانے اور راستے سے حکم کا تعین کرنا چاہتے ہیں۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کو نفسِ انسانی کے قتل کے حکم کے دائرے میں نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اسے حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے کے حکم کے دائرے میں دیکھا جائے گا۔

(۴) شہادت امام حسین علیہ السلام، رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا باعث کیسے ہے؟

شہادتِ امام حسین علیہ السلام آپ ﷺ کو اذیت پہنچنے کا باعث کس طرح ہے؟ یہ امر احادیثِ صحیحہ اور احادیثِ حسنہ سے ثابت ہے۔اس ضمن میں ذیل میں چند احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حسن اور حسین علیہما السلام دونوں میرے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھیل رہے تھے کہ جبرئیل امین علیہ السلام خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! بے شک آپ ﷺ کی امت میں سے ایک جماعت آپ ﷺ کے اس بیٹے حسین کو آپ ﷺ کے بعد قتل کردے گی اور آپ کو (وہاں کی تھوڑی سی) مٹی دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس مٹی کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹالیا اور روئے پھر فرمایا:

یا ام سلمه اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمی ان ابنی قد قتل. فجعلتها ام سلمة فی قارورة ثم جعلت تنظر الیها کل یوم وتقول ان یوما تحولین دما لیوم عظیم.

(الخصائص الکبریٰ،۲: ۱۲۵) (المعجم الکبیر للطبرانی،۳: ۱۰۸)

"اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو جان لینا کہ میرا یہ بیٹا قتل ہوگیا۔ ام سلمہ نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں اے مٹی! جس دن تو خون ہوجائے گی وہ دن عظیم ہوگا۔"

۲۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (جو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں) ایک دن رو رہی تھیں تو آپ سے پوچھا گیا کہ "آپ کیوں رو رہی ہیں؟" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رایت رسول الله ﷺ فی المنام و علی راسه ولحیته التراب. فقلت: مالک یارسول الله؟ قال: شهدت قتل الحسین انفا. (سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۸۰)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک پر گردو غبار ہے۔ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ (یہ گرد و غبار کیسا ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے ابھی ابھی حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔"

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح دیکھا جیسے کوئی سونے والا کسی کو دیکھتا ہے (یعنی خواب میں) کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جو خون سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا: "میرے

ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا:

ھذا دم الحسین واصحابہ ولم ازل التقطہ منذالیوم. (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب اہل البیت)

"یہ حسین اور اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج سارا دن (صبح سے لے کر اب تک بوتل میں) اکٹھا کرتا رہا ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت کو یاد رکھا (جس وقت یہ خواب دیکھا تھا) پس میں نے پایا کہ حضرت امام حسین ؑ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔"

غور طلب امر یہ ہے کہ امام حسین ؑ کے ساتھ آپ ﷺ کی محبت کی شدت اور آپ ﷺ کی مؤدت کے تعلق کو دیکھنا ہوگا کہ امام حسین ؑ کا مقام و مرتبہ حضور ﷺ کے قلبِ انور اور روح میں کیا ہے۔۔۔؟ امام حسین ؑ کے حوالے سے آپ ﷺ کے احساسات، جذبات، کیفیات کیا ہیں۔۔۔؟ امام حسین ؑ اگر روتے تو آقا ﷺ تڑپ جاتے۔۔۔ نماز میں سجدے کی حالت ہے، امام حسین ؑ پشتِ مبارک پر چڑھ گئے، صحابہ کرام ؓ اتارنے لگے تو انہیں اتارنے سے روک دیا۔ یعنی آپ ﷺ نے امت کو بتادیا کہ مجھے حسین ؑ سے جو محبت ہے وہ مجھے کیفیتِ سجدہ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اللہ کے حضور سجدہ ریزی کے دوران بھی میں یہ نہیں چاہتا کہ حسین ؑ کو اتنی سی بھی تکلیف ہوجائے کہ اس نے چاہا کہ میری پشت پر چڑھ جائے اور تم اسے نیچے اتار دو، یہ اسے ناگوار ہوگا، اس کی طبیعت پر بوجھ آئے گا اور اگر اتنا بوجھ بھی حسین ؑ کی طبیعت پر آجائے کہ مجھے اپنے نانا کی پشت سے کیوں اتار دیا تو اس پر اتنا سا بوجھ آنا بھی مجھے گوارا نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے امام عالی مقام ؑ کی محبت کو یہاں تک درجہ دیا ہے کہ آپ ؑ کی معمولی سی تکلیف بھی آپ ﷺ کو برداشت نہیں جبکہ دوسری طرف کربلا کا واقعہ سنا کر اسے محض نفسِ انسانی کا قتل کہہ کر صرف حرام کا فتویٰ دیں اور کہیں کہ اس سے کفر نہیں ہوتا تو یہ عمل قرآن مجید کی نفی ہوگی کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے عذاب مھین تیار ہے۔

(۵) عام مومنین کو اذیت پہنچانے والے کے بارے میں قرآنی حکم

اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے والے کے حکم کو بیان فرمانے کے بعد اس نکتہ کو مزید سمجھانے کے لیے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا. (الاحزاب،۳۳: ۵۸)

"اور جو لوگ مومن مَردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں بغیر اِس کے کہ انہوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (اپنے سَر) لے لیا"۔

پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والے کا حکم واضح کیا کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ذلت انگیز عذاب تیار ہے، یعنی وہ کافر ہوگئے۔ اگلی آیت میں عام مومنین کو اذیت دینے والے کے بارے میں حکم واضح کرتے ہوئے فرق بیان کردیا کہ جو مومنوں کو اذیت دیتے ہیں تو بے شک انھوں نے بہتان لگایا اور کھلا گناہ اپنے سر لے لیا۔

عمل ایک ہے: اذیت دینا۔ پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے والے کو کافر اور دوسری آیت میں عام مومنوں کو اذیت دینے کے عمل کو بہت بڑا بہتان اور گناہ قرار دیا۔ گویا مومنوں کو اذیت دینا گناہِ کبیرہ ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی ذات کو براہِ راست اذیت دینا ہو یا سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہراء ؑ، سیدنا امام حسن ؑ، سیدنا امام حسین ؑ، سیدہ زینب و سکینہ ؑ، سیدنا زین العابدین ؑ یا پوری عترت رسول ﷺ کی نسبت سے اذیت دینا ہو، یہ عمل کفر قرار پائے گا، اس لیے کہ ان کے لیے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ان کو اذیت دیتا ہے، وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔

جب مومنوں کو اذیت دینے والے کی سزا کی بات کی تو فرمایا یہ بڑا گناہ ہے مگر جب رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کی بات آگئی تو فرمایا کہ دنیا و آخرت میں اللہ کی اس پر لعنت ہو اور اس کے لیے

عذاب مهین تیار ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور عام مومنین کو اذیت دینے والے کے حکم کے بارے میں اس مذکورہ فرق سے عقیدے اور شرعی حکم کے باب میں بالکل قطعی فیصلہ موجود ہے۔ یعنی جب مجرد مومنوں کو اذیت دینے کی بات کی تو لعنت نہیں بھیجی اور نہ عذاب مھین کی بات کی مگر جب رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کی بات کی تو دنیا و آخرت میں لعنت کا مستحق بھی ٹھہرایا اور عذاب مھین کے ذریعے کفر کا اعلان بھی کیا۔

(۶) امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو اذیت پہنچانے والے کے بارے میں قرآنی حکم

اسی طرح سورہ النور میں تہمت سے متعلق بیان ہے کہ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگی تو اس بابت میں قرآن مجید نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (النور ۲۴: ۲۳)

”بے شک جو لوگ ان پارسا مومن عورتوں پر جو (برائی کے تصور سے بھی) بے خبر اور ناآشنا ہیں (ایسی) تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں ملعون ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت خصوصیت کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مقامِ غور یہ ہے کہ تہمت لگانے کی صورت میں ازواجِ مطہرات کو جب اذیت پہنچائی گئی تو قرآن مجید نے لعنوا فی الدنیا والآخرۃ (ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کردی گئی) کے الفاظ استعمال فرمائے۔ اب سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۸ اور سورہ نور کی آیت نمبر ۲۳ کو سامنے رکھ کر موازنہ کریں تو سمجھ آجائے گی کہ سورۃ الاحزاب میں بھی اسی قسم کی اذیت کا ذکر ہے کہ جو مومن مردوں اور عورتوں پر بہتان لگاتا ہے تو ان کے لیے گناہ ہے۔ یعنی لعنت نہیں بھیجی مگر جب وہی تہمت، وہی الزام، وہی بہتان کا بیان ازواجِ مطہرات کے ساتھ جڑ گیا تو اب چونکہ ان کو اذیت

شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کو محض نفسِ انسانی کا قتل کہہ کر صرف حرام کا فتویٰ دینا اور کہنا کہ اس سے کفر نہیں ہوتا تو یہ عمل قرآن مجید کی نفی ہے

دینا رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا ہے، ان کی حرمت رسول اللہ ﷺ کی حرمت تک پہنچ جاتی ہے، ان کی عزت و تکریم رسول اللہ ﷺ کی عزت و تکریم کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، اس لیے قرآن مجید نے اس کا حکم بھی جدا کردیا اور فرمایا کہ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی دنیا و آخرت میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔

اندازہ لگائیں کہ ایک عام نفسِ انسانی کو اذیت دینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے، ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لیے کیا حکم ہے اور نفسِ رسول و عترتِ رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا حکم ہے؟ پس جب اذیت دینے کا عمل حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات تک جاتا ہے تو اذیت دینے والے کے لیے لعنت اور اس عذاب مھین کا ذکر کیا ہے جو صرف کفار و مشرکین کے لیے آتا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کے جرم میں عذاب مھین کا ذکر آگیا تو وہ شخص کفار و مشرکین کے دائرے میں چلا گیا۔

قرآن مجید کے اسلوب سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والے کے کفر کے سبب اس کے لیے توبہ کی بھی گنجائش نہیں رکھی۔ قرآن مجید کے اس صریح حکم کے آجانے کے بعد اب یزید کے لیے توبہ کے احتمال اور امکانات ڈھونڈنا، فعلِ حرام اور فعلِ کفر کے فرق کو ڈھونڈنا، مختلف موشگافیوں کو ڈھونڈنا، اس کے لیے ہمدردی ڈھونڈنا اور اسے تحفظ فراہم کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔

لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے اتنے بے وفا ہوگئے۔۔۔ کیا رسول اللہ ﷺ کا اتنا حیا بھی نہیں رہا۔۔؟ کیا یہ اتنے غیر ہوگئے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ کے وہ تمام فرمودات بھول گئے ہیں جو حضور ﷺ نے اپنی عترت پاک اور حسنین کریمین علیہما السلام کے لیے فرمائے تھے۔ (جاری ہے)

سہ روزہ دورۂ علوم الحدیث

فتویٰ کے قابلِ قبول ہونے کا معیار

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

نشست سوم آخری حصہ

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

تحریکِ منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام 7 تا 9 اکتوبر 2017ء کو سہ روزہ دورۂ علوم الحدیث منعقد ہوا۔ جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے علوم الحدیث پر خصوصی لیکچرز ارشاد فرمائے۔ اس دورۂ علوم الحدیث میں پاکستان بھر سے علماء کرام و مشائخ عظام، شیوخ الحدیث، مدارس اور یونیورسٹیز کے پروفیسرز، ڈاکٹرز، لیکچرارز اساتذہ کرام اور منتہی کلاسز کے طلبہ و طالبات کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ان لیکچرز کی خاص علمی و تحقیقی اہمیت کی وجہ سے اس کے مخاطبین عامۃ الناس نہیں بلکہ علماء و فضلاء تھے۔ اس دورۂ علوم الحدیث میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان مباحث کو موضوع بنایا جنھیں عام طور پر مدارس میں نہیں پڑھایا جاتا۔ اس بناء پر یہ دورۂ علوم الحدیث اپنی ایک خاص حیثیت کا حامل تھا۔ اس دورۂ علوم الحدیث میں شیخ الاسلام نے؛ علم الحدیث کیا ہے؟، حدیث کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم، حضور ﷺ کے وصفِ خَلقی و خُلقی اور آپ ﷺ کے خواب کا بھی حدیث ہونا، احادیث کی اقسام، حدیثِ غیر صحیح کا مفہوم، مقبول و مردود کی وضاحت، خبرِ مردود کی اقسام، بدعتی راوی کی روایت کا حکم، اصح الاسانید، حدیثِ صحیح کے مراتب، حدیثِ صحیح کی تقسیمِ سبعی، کیا کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے اس کا صحیح بخاری میں ہونا ضروری ہے؟، مدارِ صحت کتاب پر نہیں بلکہ اسناد پر ہوتا ہے، کیا صحیح بخاری کے علاوہ بھی صحیح احادیث ہیں؟، حدیثِ ضعیف کی حجیت، حدیثِ ضعیف کی اقسام، امام بخاری کا ضعیف احادیث کو بیان کرنا، حدیث میں سند کی اہمیت، حدیثِ ضعیف کی حجیت پر محدثین اور فقہاء کے اقوال، حدیثِ ضعیف کی اصطلاحات، قبولیتِ حدیثِ ضعیف کی متفق علیہ اور مختلف فیہ شرائط، حدیثِ ضعیف کے بارے میں مذاہب، فقہاء اور محدثین کا حدیثِ ضعیف سے استدلال، قواعدِ جرح و تعدیل، جرح کے قابلِ قبول ہونے کا معیار، اختلافِ امت اور علمی مزاج، حرمت کا اثبات صرف قرآن و حدیث سے ہوتا ہے اور متعدد علمی مباحث کو واضح فرمایا۔

اس سہ روزہ دورۂ علوم الحدیث کے مذکورہ موضوعات ماہنامہ منہاج القرآن میں ماہ جنوری 2020ء سے ماہ جولائی 2021ء تک مسلسل شائع کیے گئے۔ اس دورۂ علوم الحدیث کا آخری حصہ نذرِ قارئین ہے:

سب کچھ ایک فتویٰ پر محمول کرنا درست طرزِ عمل نہیں

یہ امر ذہن میں رہے کہ ایک فتویٰ پر علم کا کلچر اور رخ کا بدل جانا درست عمل نہیں۔ ایک قول، ایک استاد اور ایک طریق پر سارا کچھ محمول کرنے کا طرزِ عمل درست نہیں ہے۔ ہمارے ہاں بھی اسی طرح کا ماحول پنپ رہا ہے۔ ہم بھی ایک فتویٰ، ایک قول یا ایک استاد پر سارا کچھ محمول کر دیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال بریلویت اور دیوبندیت ہے۔ یاد رکھ لیں! بریلویت اور دیوبندیت کوئی مذہب نہیں ہیں۔ یہ اِسی طرح ہے جیسے ہم اپنے مسلک کا نام ثمرقندی، بخاری یا دہلوی رکھ دیں۔ یہ بڑے اکابر علماء کے مدارس ہیں۔ اُن سے اگر کسی کو علمی، مسلکی اختلاف ہے تو اس اختلاف کو علمی

اختلاف کے دائرے میں رکھیں۔ اُس اختلاف کو سارا دین، سارا مذہب اور سارا مسلک نہ بنا دیں۔ افسوس ہم ایک مسئلہ یا واقعہ کو سارا مسلک اور مذہب بنا دیتے ہیں۔ کوئی بھی واقعہ پیش آتا ہے تو پوچھا جاتا ہے کہ اس مسئلے پر فلاں امام کے فتویٰ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ گویا قرآن، حدیث، امام اعظم کا مذہب، دلائل الغرض سب کچھ ایک طرف کردیتے ہیں۔ جب ہم کسی ایک واقعہ، ایک لفظ، ایک فتویٰ، ایک قول، ایک تحریر اور ایک تقریر پر سارا مدار قائم کر دیتے ہیں اور علم کے سارے قواعد وضوابط اور کتب کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں تو پھر معاشرے میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اور سارا دین تعصّبات کی نظر ہو جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے نقصان کسی اور کا نہیں ہوگا بلکہ ہمارے اپنے مسلک کا ہوگا۔

ہمارا مسلک اہل السنّت والجماعت ہے جبکہ بریلوی اساتذہ کی ایک نسبت ہے۔ اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت حضرت شاہ احمد رضا خانؒ میرے بھی شیخ الشیخ ہیں۔ میں اپنے اساتذہ محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحبؒ، ابو البرکات سید احمد صاحب قادریؒ اور مولانا ضیاء الدین مدنیؒ کے طریق سے ایک واسطہ سے اعلیٰ حضرتؒ کا شاگرد ہوں۔

پس علمی طریق یہ ہے کہ استاد کو استاد رہنے دو۔ کوئی جامعہ رضویہ میں پڑھتا ہے، کوئی جامعہ نعیمیہ میں پڑھتا ہے، جو مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے نام پر ہے، کوئی علامہ احمد سعید کاظمیؒ کے انوار العلوم میں پڑھتا ہے، کوئی فیصل آباد میں جامعہ رضویہ میں پڑھتا ہے، کوئی ہجویریہ میں پڑھتا ہے۔ یہ ہمارے مدارس کی پہچان ہے۔ اسناد کی پہچان ہے، اساتذہ کی سند ہے کہ کس کس استاد سے پڑھے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم ان اساتذہ اور مدارس کے نام پر مذاہب ومسالک بنالیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی امام سیوطی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ سے پڑھا ہے تو اِن ائمہ سے پڑھنے سے مسلک عسقلانیہ، مسلک سیوطیہ، مسلک قاضی عیاضیہ، مسلک قسطلانیہ نہیں بن گیا۔ یہ ساری ہستیاں اساتذہ تھے اور شیوخ تھے، تمام بڑے اور چھوٹے لوگ پڑھے مگر کسی استاد کے نام پر کوئی مسلک اور شناخت نہیں بنائی، مسلک ایک ہی رہا۔ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے لے کر آج تک مسلک أهل السنة والجماعة ہی ہے۔ اُس کے اندر اساتذہ، مدارس، شیوخ، مراکز، اسناد اور طرق بھی آئے ہیں۔ یہ ساری علمی شناخت اور حصولِ علم کے طریقے ہیں۔ اسی طرح سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، رفاعیہ، شاذلیہ یہ تمام مشائخ کے سلاسل ہیں تو کیا اب ان طرق اور مشائخ کے نام پر مسلک بنا دیں اور پھر چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جنگ کریں اور ایک دوسرے پر تکفیر تضلیل اور تفسیق کے فتویٰ لگائیں۔

کسی کے فتوٰی کی تکذیب نہ کریں

ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ اگر کوئی ہمارے فتویٰ کو نہ مانے تو ہم اس کی تکفیر، تضلیل اور تفسیق کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ عمل سلف صالحین کا نہیں تھا۔ مثلاً: میں یزید کے کفر کا قائل ہوں۔ یہ میرا نقطہ نظر ہے۔ ہمارے بہت سے اکابر علماءِ اہل سنت اُس کی تکفیر نہیں کرتے۔ امام اعظم سے یزید کی تکفیر ثابت نہیں، مگر اُس کا مومن ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے تکفیر کی ہے۔ میں مذہباً حنفی ہوں مگر یزید کے مسئلے پر حنبلی ہوں، اس لیے کہ یہ مسئلہ فقہ کا نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر میں امام احمد بن حنبل کے مشرب پر ہوں، یزید کی تکفیر کرتا ہوں، اُس بے ایمان کو لعین اور جہنمی کہتا ہوں، میرے پاس اس کے دلائل ہیں۔ بعض دیگر علماء نے اس مسئلہ پر سکوت کیا ہے، یہ اُن کا اپنا موقف ہوگا۔ لہذا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ نہ کسی کے فتویٰ کی تکذیب کریں، نہ جھٹلائیں اور نہ اُس پر فساد انگریزی کریں۔

امام اعظم کے خلاف علمی فتاویٰ

امام اعظم کے زمانے میں بھی ان کے معاصر لوگوں نے اُن کی مخالفت کی تھی۔ ایک طرف ایک طبقہ تھا جو اهل الروایه والاثر کہلاتا تھا۔ یعنی اصحاب الحدیث۔ اُن کا کل مبلغ علم حدیث کے الفاظ کو روایت کرنا، سند کو یاد رکھنا، ایک ایک راوی کے حالات کو یاد رکھنا، لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً حدیث کو صحت کے ساتھ بیان کرنا اور اِس پر محنت کرنا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ کل علم ہی یہ ہے۔ وہ اِس سے زائد کسی اور چیز کو علم ماننے کو تیار نہیں تھے۔ ان حالات میں انھیں امام اعظم کا قرآن و حدیث سے استنباط و استدلال اور ان کی فقہ کیونکر قبول ہوسکتی تھی۔ لہذا

اِن کے خلاف بھی فتاوٰی کا ایک طوفان ظاہر ہوتا ہے۔

لوگ امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ کو مرجئہ کا طعنہ دیتے تھے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ ایمان، قول اور عمل دونوں کا نام ہے۔ جبکہ امام اعظم فرماتے ہیں: ایمان، اقرار و تصدیق کا نام ہے، عمل کا نام نہیں ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: جو شخص ایمان کو قول اور عمل دونوں چیزیں نہیں مانتا، میں اُس سے حدیث روایت نہیں کروں گا۔

حسین بن محمد بن وضاح بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خود اور دیگر ائمہ نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا:

كتبت عن ألف نفر من العلماء والزيادة. ولم أكتب إلا عمن قال الإيمان قول وعمل ولم أكتب عمن قال الإيمان قول.

میں نے ایک ہزار اور اس سے زائد ائمہ، علماء، محدثین سے حدیث لکھی ہے مگر جس نے یہ کہا کہ ایمان؛ قول اور عمل نہیں بلکہ صرف قول اور تصدیق ہے، اُس سے میں نے حدیث نہیں لی۔

یہی وجہ ہے پوری صحیح بخاری میں امام بخاری نے امام اعظم کے شاگردوں سے احادیث لی ہیں مگر امام اعظم سے ایک روایت بھی نہیں لی، اس لیے کہ اُن سے اُن کا اعتقادی اختلاف تھا۔

اب ہمارا مشرب یہ ہے کہ ہم مقلد امام اعظم کے ہیں اور ہمارا مذہب امام اعظم کے قول پر ہے اور حدیث میں امیرا لمومنین علی الاطلاق امام بخاری ہیں۔ علمی طریق ہمیشہ یہ تھا کہ اہلِ علم؛ علم کو جھگڑا نہیں بناتے تھے بلکہ علم کو اعتدال کے ساتھ قبول کرتے۔

لہٰذا علماء اپنا ایک کلچر پیدا کریں کہ علم کو دلائل کے ساتھ رکھیں۔ فتویٰ آپ کا اختیار ہے۔ ہر زمانے میں علماء کے ہر موضوع پر فتاوی ہوں گے، جس کے فتویٰ سے چاہیں اتفاق کریں، جس سے چاہیں اختلاف کریں۔ فتویٰ قرآن اور سنت نبوی کے درجے کی چیز نہیں ہوتی۔ حتی کہ فقہ میں اجماع امت کے درجے کی بھی چیز نہیں ہوتی۔ فتوی ایک عالم کا ایک قول ہوتا ہے۔ آپ دلائل کے ساتھ اس سے اتفاق کریں، آپ آزاد ہیں، دلائل کے ساتھ اختلاف کریں، آپ آزاد ہیں، مگر فتویٰ کو کبھی مذہب، مسلک اور دین نہیں بنانا۔ اگر اِس اُصول کو تمام مکاتبِ فکر اپنا لیں تو رخنہ ختم ہوجائے گا اور دین کے باب میں خیر ہوجائے گی۔

نامور ائمہ کا دوسرے ائمہ کے بارے مؤقف

ذیل میں ائمہ کرام کا دوسرے ائمہ کرام کے بارے میں مؤقف بیان کیا جارہا ہے:

☆ امام مالک؛ امام محمد بن اسحاق کے بارے میں سخت کلمہ استعمال فرماتے اور منع کرتے کہ خبردار! اُس سے کوئی حدیث نہ لو۔

☆ ابن ابی ذئب؛ امام مالک کے بارے میں سخت کلمہ استعمال فرماتے کہ اُن سے کوئی حدیث نہ لو۔

☆ سفیان ثوری نے امام اعظم کے بارے میں جرح کی تو سخت کلمے استعمال کیے۔

☆ امام ابن معین نے امام شافعی پر جرح کی تو سخت کلمہ استعمال کیا۔

☆ امام احمد بن حنبل نے حارث المحاسبی پر سخت جرح کی۔

☆ ابن مندہ نے ابونعیم الاصبہانی پر سخت جرح کی۔

حتیٰ کہ جزء القرأة خلف الامام میں امام بخاری فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَنْجُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ النَّاسِ فِيهِمْ نَحْوَ ما يُذْكَرُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ مِنْ كَلَامِهِ فِي الشَّعْبِيِّ، وَكَلَامِ الشَّعْبِيِّ فِي عِكْرِمَةَ، وَفِيمَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ، وَتَأْوِيلُ بَعْضِهِمْ فِي الْعِرْضِ وَالنَّفْسِ.

’’بکثرت لوگ اپنے مخالف لوگوں کے کلام سے نہیں بچ سکے جیسے ابراہیم کے امام شعبی کے بارے میں اور امام شعبی کا حضرت عکرمۃ کے بارے میں کلام کا ذکر کیا جاتا ہے اور اُن سے جو پہلے ہوگزرے، اُن کے بارے میں مخالف کلام کا ذکر کیا جاتا ہے اور بعض لوگوں کا اپنے معاصر کی عزت و آبرو اور جان سے متعلق مختلف (غیر اخلاقی) تاویلیں گھڑنا (اس کا بھی ذکر ملتا ہے اور یہ کسی دور میں بھی ختم نہیں ہوا)۔‘‘

پھر امام بخاری کہتے ہیں:

وَلَمْ يَلْتَفِتْ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هَذَا النَّحْوِ إِلَّا بِبَيَانٍ وَحُجَّةٍ وَلَمْ يَسْقُطْ عَدَالَتُهُمْ إِلَّا بِبُرْهَانٍ ثَابِتٍ وَحُجَّةٍ.

’’بعض اہلِ علم نے اس (طرح کے ایک دوسرے کے مخالف کلام) کی طرف توجہ نہیں دی۔ سوائے اس کے کہ کوئی

جرح واضح حجت سے ثابت ہو۔ نہ ہی اس طرح کے مخالف کلام سے اُن کی عدالت ساقط ہوتی ہے سوائے یہ کہ جرح دلیلِ ثابت اور ثبوت پر قائم ہو۔‘‘

یعنی اِن ائمہ کا ایک دوسرے سے اپنے اپنے دور میں علمی اختلاف تھا، کسی حدیث، فقہ کے مسئلے، کسی قول یا کسی مسئلے پر فتویٰ کا اختلاف تھا، بڑی بڑی سخت حد تک بھی اختلاف پر گئے اور جرح کی مگر ائمہ میں انصاف کا طریق یہ ہے کہ جب ان کا ایک دوسرے کے بارے میں کوئی قول آئے تو عامۃ الناس اسے قبول نہ کریں بلکہ اُن دونوں ائمہ کی تکریم و تعظیم کریں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اِس میدان میں بچنے والے صرف انبیاء تھے۔ مزید کہتے ہیں:

لا يلتفت إلٰى كلام ابن أبي ذئب في مالك، ولا يلتفت إلٰى كلام ابن معين في الشافعي، ولا يلتفت إلٰى كلام النسائي في أحمد بن صالح، لانهم هولاء ائمة المشهورون.

’’ابن ابی ذئب کا امام مالک کے خلاف، ابن معین کا امام شافعی کے خلاف اور امام نسائی کا احمد بن صالح کے خلاف کلام کو اہمیت نہیں دی جائے گی کیونکہ یہ تمام کے تمام مشہور ائمہ ہیں (اور ان کی عدالت ثابت ہے)۔‘‘

علم کو محفوظ کرنے اور اعلیٰ مقام تک پہنچانے کے لیے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوشش کریں کہ طبائع کو منافرت، حسد اور بغض سے پاک رکھیں۔ معاصرت (ایک زمانے میں ہونے) کی وجہ سے جو مسائل انسانی و بشری فطرتوں اور طبائع میں پیدا ہوتے ہیں، اُن کے اثرات سے خود کو بچائیں۔ طبیعت میں اعتدال رکھیں۔ جو شخص اعتدال، وسعت، تقویٰ و طہارت، عملِ صالح اور عبادت کے ساتھ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو شرحِ صدر عطا کرتا ہے، فہم کا نور عطا کرتا ہے اور علم اس کے لیے نور بن جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ وہ ہمارے حال پر کرم فرمائے، ہمیں علم کا نور عطا فرمائے اور ہمیں علم کے آداب اور نفع کے ساتھ نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

کارکنان و تنظیمات متوجہ ہوں!

تجدید و احیائے دین، دعوت و تبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج و اقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ کے لئے کوشاں

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن

فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے

سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

نکاح بابرکت اور کامیاب زندگی کا ضامن ہے

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’حلال کاموں میں اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ عمل طلاق ہے‘‘

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

اسلام جوڑنے کے لئے آیا ہے، توڑنے کے لئے نہیں، نکاح اور شادی بابرکت اور کامیاب زندگی کے ضامن ہیں۔ طلاق دینا اسلام کی نظر میں انتہائی معیوب اور قابلِ مذمت فعل گردانا گیا ہے۔ اس کی مثال سرجری کی سی ہے کہ اعضاء کو کاٹنا، چیرنا، پھاڑنا ہرگز قابلِ تحسین نہیں ہے تاہم کبھی مجبوری ہوتی ہے کہ جسم میں کوئی ایسا کینسر پیدا ہو جاتا ہے اور بروقت آپریشن کرکے زہریلا مواد ضائع نہ کیا جائے تو زہر کا پورے بدن میں پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے، جس سے زندگی کے ختم ہونے کا خدشہ بھی ہوتا ہے، اس لئے باقی اعضاء کو بچانے کے لئے اُس عضو کو کاٹنا لازم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناگزیر حالات میں طلاق دینا جائز تو ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَی اللّٰهِ تَعَالَی الطَّلَاقُ.

’’حلال کاموں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔‘‘

(أبي داود، السنن، کتاب الطلاق تفریع أبواب الطلاق، باب في کراهیة الطلاق، ۲: ۲۵۵، ۲۱۷۸)

نکاح ایک عمرانی، معاشرتی اور سماجی معاہدہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا مظہر ہے۔ جس سے مرد و عورت ذہنی سکون پاتے ہیں اور فطری جذبات و احساسات کو جلا بخشتے ہیں لیکن کبھی انسانوں کی حماقتوں یا اذہان کے نہ ملنے یا زبردستی شادی کے رسم و رواج آڑے آنے کی وجہ سے یہ رشتے ختم کرنے کا وقت بھی آ جاتا ہے کیونکہ نفرت اس حد تک آ جاتی ہے کہ جس سے خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ دونوں ایک دوسرے کی وجہ سے کسی بڑے حادثے کا شکار نہ ہوجائیں۔ اس لئے طلاق کی سرجری کی جاتی ہے تاکہ فریقین اپنی رضا مندی کے مطابق زندگی کا بڑا فیصلہ کرکے نئی حکمت عملی اپنائیں۔

اس معاملے میں جہاں تک ممکن ہو، ذمہ دار بندوں، معاشرے کے مؤثر افراد، رشتہ داروں اور دوستوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ کوئی خرابی نہ ہو اور رشتہ بچ جائے۔ اس لیے پہلے ثالثی کونسل میں پیش ہوکر معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی جائے، اگر پھر بھی نباہ کی کوئی صورت نہ نکلے تو طہر کی حالت میں صرف ایک بار طلاق دے کر جدا ہو جانا چاہیئے۔ اس طرح عدت پوری ہو جانے پر ایک طلاق سے ہی نکاح ختم ہوجائے گا یعنی طلاق رجعی کی عدت کے بعد عورت آزاد ہو جائے گی اور جہاں چاہے اپنی مرضی سے شادی کرنے کی حقدار ہوگی۔

طلاق کا یہ طریقہ اپنانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر دونوں کو اپنے مستقبل کا خیال آجائے، ندامت ہو جائے یا اپنی غلطی کا احساس ہوجائے تو عدت کے اندر بھی واپسی کا راستہ کھلا رہے گا اور اگر عدت گزر بھی جائے تو صرف دوبارہ نکاح کر

کے واپسی ممکن رہے گی۔ لہٰذا تین طلاقیں کسی صورت بھی قابلِ تحسین نہیں ہیں کیونکہ واپسی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے جو کہ شرعاً اور طبعاً ہرگز پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

لہٰذا اس کا سد باب پہلے تو والدین، خاندان والوں اور دوست احباب کو کرنا چاہئے کہ میاں بیوی میں اگر اس طرح کے مسائل سامنے آتے ہیں تو ان کی غلط فہمیوں کو دور کر کے طلاق کی نوبت سے بچا لیا جائے لیکن اگر تمام تر کوششوں کے باوجود میاں بیوی کی علیحدگی ناگزیر ہوجائے تو صرف ایک طلاق رجعی دے کر عدت ختم ہونے کا انتظار کیا جائے کیونکہ اس صورت میں واپسی کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

اگر کوئی تین طلاقیں دے کر قرآن وسنت اور عقل ونقل کی خلاف ورزی کرتا ہے تو جرمانہ اور تعزیراً سزا دینا عدالت کی صوابدید ہے کہ کتنی قید اور کتنا جرمانہ ہونا چاہیے کیونکہ بیک وقت طلاق ثلاثہ دینے پر حضور نبی کریم ﷺ نے بھی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت محمود بن لبید ﷺ بیان کرتے ہیں:

أُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟

رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کی کتابِ مقدس کی صریح تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے حالانکہ میں تم میں موجود ہوں۔

(نسائی، السنن، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ، ٦: ١٠٤، رقم: ٣٤٠١)

ہماری پرزور اپیل ہے کہ حکومت طلاق دینے، طلاق لکھنے ولکھوانے اور طلاق مؤثری کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے جیسے تمام امور پر قانون سازی کرے۔ اور ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے کو قید و بند اور جرمانہ کی سزا ملنی چاہئے تا کہ طلاق کی شرح کم ہو اور تین طلاقوں کی جو بدعت عام ہو گئی ہے، اس کی روک تھام ہو سکے۔ اس بل کا پاس ہونا بہت ضروری ہے تا کہ مزید بچیوں کا مستقبل خراب نہ ہو اور عورتیں دربدر کی ٹھوکریں کھا کر ذلیل نہ ہوں۔

قانون سازی کے لیے تجاویز

اس قانون کو مؤثر اور پائیدار بنانے کے لئے چند اہم تجاویز درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر میاں بیوی کے لڑائی جھگڑے اس قدر بڑھ جائیں کہ نوبت طلاق تک آن پہنچے تو پہلے انہیں ثالثی کونسل میں پیش کر کے مصالحت کی کوشش کی جائے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا. (النساء، ۴: ۳۵)

''اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو تو تم ایک مُنصِف مرد کے خاندان سے اور ایک مُنصِف عورت کے خاندان سے مقرر کر لو، اگر وہ دونوں (مُنصِف) صلح کرانے کا اِرادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا، بے شک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔''

جبکہ مروجہ طریقہ کار کے مطابق لوگ پہلے تین تین اکٹھی طلاقیں دیتے ہیں اور پھر اُن کو ثالثی کونسل میں طلب کر کے صلح کی کوششیں کی جاتی ہیں جو قرآن وحدیث کے منافی عمل ہے۔

۲۔ اگر ثالثی کونسل، میاں بیوی کے درمیان مصالحت کروانے میں ناکام ہو جائے تو پھر شوہر کو طلاقِ اَحسن دینے کی اجازت دی جائے تا کہ واپسی کا دروازہ کھلا رہے۔ دو یا تین طلاقیں دینے کا حق کسی کو نہ دیا جائے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تین طلاقیں اکٹھی دینا قرآن وسنت اور عقل و نقل کی خلاف ورزی ہے لہٰذا اس پر جرمانہ اور تعزیراً سزا دینا عدالت کی صوابدید ہے۔

عرضی نویس، وکلاء اور اشٹام فروش وغیرہ کو اکٹھی تین طلاقیں لکھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ طلاق لکھنے کا باقاعدہ لائسنس جاری ہونا چاہیے، جو قانون کی خلاف ورزی کرے اُس کا لائسنس ختم کر دینا چاہیے

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ ۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ ۢ بِاِحۡسَانٍ. (البقرة،۲: ۲۲۹)

’’طلاق (رجعی صرف) دو بار (تک) ہے، پھر یا تو (رجوع کر کے بیوی کو) اچھے طریقے سے (زوجیت میں) روک لینا ہے یا (رجوع نہ کر کے) بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔‘‘

نوٹ: طلاقِ اَحسن وہ طلاق ہوتی ہے جس کے مطابق شوہر اپنی زوجہ مدخولہ کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس سے مباشرت نہ کی ہو۔ پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ اس میں دورانِ عدت مرد کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی ہوسکتا ہے۔

۳۔ طلاق مؤثری کے سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے تین طلاقیں لازمی دینے کی شرط ختم کی جائے اور طلاقِ اَحسن کی عدت پوری ہونے پر عورت کو طلاق مؤثر ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کر کے اُسے دستور کے مطابق کہیں اور نکاح کرنے کی اہل قرار دیا جائے۔

۴۔ شریعت کے مطابق مطلقہ حائضہ کی عدت تین حیض، حاملہ کی وضع حمل اور آئسہ (ایسی عورت جس کو بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ماہواری کا خون نہ آتا ہو) کی عدت تین ماہ شمار کی جائے جوکہ قرآن و سنت کے صریح احکامات ہیں جبکہ اس وقت ہماری عدالتیں، ججز، وکلاء، عرضی نویس اور یونین کونسل وثالثی کونسل وغیرہ ہر عورت کے لیے نوے (۹۰) دن عدت شمار کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالۡمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ.

’’اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔‘‘ (البقرہ،۲: ۲۲۸)

مذکورہ بالا آیت میں واضح ہے کہ مطلقہ حائضہ کی عدت تین حیض ہے۔ جبکہ حاملہ اور آئسہ کی عدت کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالّٰٓـئِىۡ يَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ وَّالّٰٓـئِىۡ لَمۡ يَحِضۡنَ ط وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ط وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا. (الطلاق، ۶۵: ۴)

’’اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شک ہو (کہ اُن کی عدّت کیا ہوگی) تو اُن کی عدّت تین مہینے ہے اور وہ عورتیں جنہیں (ابھی) حیض نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدّت ہے)، اور حاملہ عورتیں (تو) اُن کی عدّت اُن کا وضعِ حمل ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے (تو) وہ اس کے کام میں آسانی فرما دیتا ہے۔‘‘

۵۔ عرضی نویس، وکلاء اور اشٹام فروش وغیرہ کو اکٹھی تین طلاقیں لکھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ طلاق لکھنے کا باقاعدہ لائسنس جاری ہونا چاہیے، جو قانون کی خلاف ورزی کرے اُس کا لائسنس ختم کر دینا چاہیے۔ اکٹھی تین طلاقیں لکھنے، لکھوانے اور گواہ بننے والوں کو تعزیراً سزا وجرمانہ ہونا چاہیے۔

۶۔ عرضی نویس، وکلاء اور ججوں کو طلاق کے حوالے سے سپیشل کورسز کروائے جائیں تاکہ ان سب کو طلاق کا پیپر لکھنے سے لے کر فیصلہ ہوجانے تک کے مرحلہ کی تمام معلومات ہوں اور طلاق لکھوانے والے سے پوچھا جائے کہ ابتدائی مرحلہ (ثالثی کونسل) طے کیا گیا ہے کہ نہیں؟ مکمل جانچ پڑتال کرنے کے بعد ثالثی کونسل کی طرف سے بھجوائی گئی صرف ایک طلاق ہی لکھنے اور نافذ کرنیکی اجازت ہو اور جو بھی اس کی خلاف ورزی کرے جرمانہ وسزا کا مستحق ٹھہرایا جائے۔

❁❁❁❁❁

شانِ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میری اہلِ بیت سے محبت اس لئے کرو تاکہ میں تم سے محبت کروں‘‘

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی قسمیں کھائیں

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

محرم الحرام کے ایام ہمیں ان عظیم المرتبت ہستیوں کی یاد دلواتے ہیں جنھوں نے دین اسلام کی بقا کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ بلاخوف وخطر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کردیا۔ یہ عظیم المرتبت ہستیاں اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے وہ نفوسِ مقدسہ ہیں کہ جن سے محبت ومؤدت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ سے محبت کرو، اِس وجہ سے کہ اُس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے مالامال فرما دیا اور وہ تم پر شفقت فرماتا ہے اور تم پر بے حساب رحمت فرماتا ہے۔ مجھ سے محبت کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے۔ پھر فرمایا: میری اہل بیت سے محبت اِس لیے کرو تاکہ میں تم سے محبت کروں۔(ترمذی، السنن، کتاب المناقب، ۶۶۴، رقم ۳۷۸۹)

پس حضور ﷺ کی محبت کے حصول کا ذریعہ محبتِ اہلِ بیت ہے۔ آقا ﷺ نے اہلِ بیت سے محبت و مودت کی حد درجہ تلقین فرمائی۔ محبت اہل بیت عمر بھر رہنی چاہئے، اس لیے کہ یہ آقا ﷺ کی محبت ہی کا حصہ ہے۔ اہل بیت کی محبت، عترت و ذریت پاک کی محبت بالخصوص حسنین کریمین کی محبت نہ صرف ہمارے ایمان کا حصہ ہے بلکہ عینِ ایمان ہے۔ امام شافعی نے فرمایا:

یَـا آلَ بَیْـتِ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ حُبُّـكُـمْ
فَـرْضٌ مِـنَ الـلّٰـهِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَـهُ

’’اے اہل بیت رسول تمہاری محبت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض کردی ہے اور اس کا حکم قرآن میں نازل ہوا ہے۔‘‘

یَـكْـفِیْـكُـمْ مِنْ عَـظِیْـمِ الْـفَخْـرِ اَنَّـكُمْ
مَـنْ لَـمْ یُـصَـلِّ عَلَـیْـكُمْ لَا صَلَاةَ لَـهُ

’’اے اہل بیت تمہاری عظمت اور تمہاری شان اور تمہاری مکانت کی بلندی کے لئے اتنی دلیل کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔‘‘

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور اہلِ بیت اطہار علیہم السلام سے محبت کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ، سیدہ کائنات کی توجہات اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے در کی خیرات کے حصول کا ذریعہ ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی قسمیں کھائیں۔ یہ امر کئی لوگوں کے لیے حیرت کا باعث ہوگا مگر آیئے اس علمی و روحانی نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ. (الواقعه: ۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کا ایک معنی بیان کیا ہے، جسے حضرت عکرمہ، حضرت مجاہد، حضرت عبداللہ بن جبیر، حضرت سدی الکبیر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اسی معنی کی رو سے اس آیت کا درج ذیل ترجمہ کیا ہے:

’’پس میں ان جگہوں کی قسم کھاتا ہے جہاں جہاں قرآن مجید کے مختلف حصے (رسول عربی ﷺ) پر اترتے ہیں۔‘‘ پھر فرمایا:

وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ۔ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ (الواقعه، ۵۶: ۷۶ تا ۷۹)

’’اور اگر تم سمجھو تو بے شک یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے (جو بڑی عظمت والے رسول ﷺ پر اتر رہا ہے)۔ (اس سے پہلے یہ) لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔ اس کو پاک (طہارت والے) لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے گا۔‘‘

اِن آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے دو اہم موضوعات کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱۔ اللہ رب العزت قسم کھا رہا ہے اور اس قسم کو ان مقامات سے منسوب کررہا ہے جہاں جہاں قرآن مجید کے مختلف حصے نازل ہوتے رہے ہیں۔

۲۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ قرآن مجید جسے اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں اپنے انوار و تجلیات میں سمو کر رکھا تھا اور جسے اپنے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل کیا ہے، اس قرآن کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کہ پاکیزہ، طہارت والے اور آلودگی سے پاک لوگ ہی اسے چھو سکتے ہیں۔

آیئے! ان دونوں نکات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ نزولِ قرآن کے مقامات کی قسم

غور طلب مقام یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قرآن مجید کے نازل ہونے والے مقامات کی قسم کھائی ہے کہ میں ان مقامات کی قسم کھاتا ہوں، جہاں جہاں قرآن اترتا ہے تو وہ ہستیاں جن سے قرآن جدا ہی نہ ہو، ان کے مقام کا عالم کیا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت ذکرِ اہلِ بیتؓ پر مشتمل آیات حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہورہی تھیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ اُن مقامات کی قسم کے ساتھ ساتھ ان آیات کے نزول کا سبب بننے والے اہلِ بیتؓ کی قسم بھی کھا رہا تھا۔

چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا

’’اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔‘‘ (الانسان، ۷۶: ۸)

اس آیت کے نزول کا سبب تمام مفسرین کے نزدیک اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام ہیں کہ ایک دفعہ جب حسنین کریمین علیہما السلام بیمار ہوگئے تو ان کی صحتیابی پر تین روزوں کی نذر مانی۔ جب حسنین کریمین علیہما السلام صحت یاب ہوگئے تو حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت فاطمہؓ اور سیدہ فضہؓ نے روزہ رکھا۔ پہلے دن وقتِ افطار کسی مسکین نے بھوکے ہونے کی صدا دی تو اہلِ بیت علیہم السلام کے مقدس گھرانے کے مقدس نفوس نے اپنی افطاری کا سامان اس مسکین کو دے دیا اور خود پانی سے روزہ افطار کرلیا۔ دوسرے دن وقتِ افطار کسی یتیم نے بھوکے ہونے کا اظہار کیا تو افطاری کی چیزیں اُسے عطا کردیں اور خود پانی سے افطار کرلیا۔ تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا کہ ایک قیدی نے آواز دی کہ بھوکا ہوں، ان مقدس ہستیوں نے تیسرے دن کی بھی افطاری کا سامان اس قیدی کو دے دیا اور خود پانی سے افطار کرلیا۔ اگلے دن جب حضرت علی علیہ السلام حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے اس ایثار کی قبولیت کے اظہار پر مذکورہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

اس آیت کا نزول اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے لیے ہورہا ہے۔ جب اللہ ہر اُس مقام کی قسم کھاتا ہے جہاں قرآن نازل ہوا تو اب کیسے ممکن ہے کہ مذکورہ آیت کے مقامِ نزول کی قسم تو اللہ کھائے اور وہ اہل بیت جن کے سبب اور جن کے لیے یہ آیت نازل ہورہی ہو، اُن کو اس قسم سے خارج کردے۔ پس جب مقام کی قسم کھائی تو اُس آیت کے نزول کا سبب بننے والے حضرت علی المرتضیٰؓ، سیدہ کائناتؓ اور حسنین کریمینؓ کی قسم بھی اس مقام کی قسم میں شامل ہوگئی۔

۲۔ اسی طرح آیتِ مباہلہ پر غور کریں کہ جب اللہ نے آیت کریمہ نازل کی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ۔ (آل عمران، ۳: ۶۱)

’’تو آپ فرما دیں کہ آ جاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو

اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں۔‘‘

اس آیت کے مصداق آپ ﷺ نے مباہلہ کے لیے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حسنین کریمینؓ کو اپنے ساتھ لیا۔ جب اس آیت کے نزول کے مقام کی قسم اللہ تعالیٰ کھا رہا ہے تو لامحالہ ان نفوسِ قدسیہ کی قسم بھی اللہ تعالیٰ کھا رہا ہے جنہیں حضور ﷺ اپنے ساتھ لے کر مباہلہ کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

۳۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا .

’’اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔‘‘ (آل عمران، ۳: ۱۰۳)

حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ’’حبل اللّٰہ‘‘ (اللہ کی رسی) سے مراد اہلِ بیتِ اطہارؓ ہیں۔ گویا اس آیت کا نزول بھی اہلِ بیتِ اطہار کے لیے ہے اور جب اس آیت کے مقامِ نزول کی قسم اللہ کھا رہا ہے تو یقیناً ’’حبل اللّٰہ‘‘ کی مراد کے حامل اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی قسم بھی اللہ کھا رہا ہے۔

۴۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا. (الاحزاب، ۳۳: ۳۳)

’’بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول ﷺ کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا مَیل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔‘‘

حضور ﷺ نے اہلِ بیتِ اطہار پر جس مقام پر چادرِ تطہیر کا سایہ کیا، اگر اس مقام کی قسم اللہ کھا رہا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چادرِ تطہیر کے سایہ میں موجود نفوسِ مقدسہ کی قسم نہ کھائی ہو۔

۵۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

لَّاۤ اَسۡئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى.

’’میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)۔‘‘ (الشوریٰ، ۴۲: ۲۳)

جب اللہ کے اپنے فرمان کے مطابق اللہ خود اس آیت کے نزول کے مقام کی قسم کھا رہا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اس آیت میں جن کی محبت و مؤدت کا ذکر موجود ہے، اُن کی قسم نہ کھائی گئی ہو۔

۲۔ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ کا مفہوم

اول الذکر آیات کریمہ (الواقعہ: ۷۵۔ ۷۹) میں سے آخری آیت میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ.

’’اس کو پاک (طہارت والے) لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے گا۔‘‘

اَلۡمُطَهَّرُوۡنَ کے درج ذیل معانی مفسرین نے بیان کیے ہیں:

۱۔ اس کا اطلاق ظاہری طہارت پر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو حالتِ طہارت کے بغیر کوئی چھو نہیں سکتا، یعنی بغیر وضو کے قرآن کو چھو نہیں سکتا۔ کثیر مفسرین نے اس معنی کو بیان کیا ہے۔

۲۔ اَلۡمُطَهَّرُوۡنَ سے مراد ملائکہ اور انبیاء ہیں۔

۳۔ امام قشیری لطائف الاشارات میں بیان کرتے ہیں کہ دوسری قرأت میں اَلۡمُطَهِّرُوۡنَ (ھ کے نیچے زیر کے ساتھ: ھِ) ہے۔ اس قرأت کی رو سے معنی یہ ہوگا کہ:

اَلَّذِيۡنَ يُطَهِّرُوۡنَ نُفُوۡسَهُمۡ عَنِ الذُّنُوۡبِ وَخُلُقِ الدنى۔

وہ نفوسِ قدسیہ جو ہر قسم کی آلودگی، رذائلِ نفس، رذائلِ ظاہریہ و باطنیہ اور ہر طرح کے شک و نقص سے پاک ہوتے ہیں اور ہر طرح کی دنیوی شہوتوں، دنیا کی آلودگی، گندگی، نجاست اور ہر بری سوچ سے پاک ہوکر اس قابل ہوجاتے ہیں کہ قرآن ان کے ہاتھ میں آجائے۔

معلوم ہوا کہ یہ لوگ یا تو ایسے ہوتے ہیں کہ انھیں طہارت خود مل رہی ہوتی ہے یا کوئی اور انھیں پاک کر رہا ہوتا ہے یعنی کوئی وسیلہ انہیں طہارت دلوا رہا ہوتا ہے۔

المطھرون کے اس آخری معنی و مفہوم کو سامنے رکھ کر قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ پر غور کریں کہ جس میں فرمایا گیا:

اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا. (الاحزاب، ۳۳: ۳۳)

’’بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول ﷺ کے) اہلِ

بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا مَیل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔''

امام قشیری نے اس عقدے کو حل کردیا اور واضح کردیا کہ مُطَهَّرُوْن سے مراد یہ ہے کہ جن کی زندگی کا مقصد ہی طہارت ہے، جن کی سوچ طہارت سے نکلتی ہے، جن کا ارادہ طہارت سے ماخوذ ہوتا ہے، جن کا وجود بھی طاہر ہے، جن کی بنیاد بھی طہارت پر ہے، جن کا وجود طہارت پیدا کرنے والا ہے اور اگر کوئی ان سے مس ہوجائے اور ان کے در پر آجائے تو وہ بھی طاہر و مطہر ہوجاتا ہے۔ اگر ان سے نسبت رکھنے والوں کا یہ عالم ہوجائے کہ وہ طاہر و مطہر ہوجاتے ہیں تو ذرا سوچیے کہ اُن کی اپنی طہارت کا عالم کیا ہوگا۔

ان نفوسِ قدسیہ کی طہارت کو جاننا چاہیں تو اس حدیث مبارک پر غور کریں کہ حضرت صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ

''حضور نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت باہر تشریف لائے در آں حالیکہ آپ ﷺ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ اون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے۔ حسن بن علی علیہما السلام آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا پھر حسین علیہ السلام آئے اور آپ کے ہمراہ چادر میں داخل ہوگئے، پھر فاطمہ سلام اللہ علیہا آئیں، آپ ﷺ نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا، پھر علی علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ''اے اہل بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو کمال درجہ طہارت سے نواز دے۔''

(مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۸۳، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۲۴)

اِن نفوسِ قدسیہ کو اپنی چادر میں داخل کرنے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے جو آیت تلاوت کی اس میں آپ ﷺ نے اللہ کے ارادے سے امتِ مسلمہ کو مطلع فرمایا۔ اللہ کا ایک ارادہ تو وہ ہے جو آیت مبارکہ میں نازل ہوا اور ایک ارادہ وہ ہے جو عملِ مصطفیٰ ﷺ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ سے صادر ہونے والے جملہ اقوال و اعمال مبنی بر وحی ہوتے ہیں۔ اللہ نے ایک طرف وحی متلو اور وحی جلی کے ذریعے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس** کے الفاظ حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے کہلوائے اور دوسری طرف وحی غیر متلو اور وحی خفی کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ کو اہلِ بیتِ اطہار کے نفوسِ مقدسہ کو چادرِ تطہیر میں جمع کرنے کا حکم دیا تاکہ امت کو معلوم ہوجائے کہ یہ اہلِ بیت ہیں، جن سے اللہ نے ہر طرح کی آلودگی اور گناہوں کو دور کردیا اور ہر طرح کی آلودگی، شک، نقص اور دنیوی آلائشوں سے پاک صاف کردیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پروردہ عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا) نازل ہوئی تو:

فدعا فاطمة وحسنا و حسينا فجللهم بكساء وعلى خلف ظهره فجلله بكساء ثم قال: اللهم! هولاء اهل بيتي، فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا.

(ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۵۱، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۲۰۵)

''آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین سلام اللہ علیہم کو بلایا اور انہیں ایک کملی میں ڈھانپ لیا۔ علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک و صاف کردے۔''

یعنی آپ ﷺ نے چادرِ تطہیر میں حضرت فاطمہؓ کو اپنے سامنے بٹھالیا، امام حسن علیہ السلام کو دائیں طرف بٹھالیا، امام حسین علیہ السلام کو بائیں طرف بٹھالیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھالیا۔ ان نفوسِ مقدسہ کو اس ترتیب سے بٹھانے میں بھی ایک راز پنہاں ہے۔ اس راز سے آگاہی کے لیے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف غور کریں، جس میں شیطان کے حملوں کا ذکر ہے کہ شیطان کہتا ہے:

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ. (الاعراف، ۷: ۱۷)

''پھر میں یقیناً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا۔''

آپ ﷺ کے اس عمل میں اشارہ ہے کہ اگر شیطان اوپر کی جانب سے حملہ آور ہوگا تو اوپر میری چادرِ تطہیر ہے، شیطان اگر دائیں سے آنا چاہے گا تو وہاں میرا حسن علیہ السلام موجود ہوگا، بائیں سے آنا چاہے گا تو وہاں میرا حسین علیہ السلام موجود ہوگا، سامنے سے آنا چاہے گا تو وہاں میری فاطمہ علیہا السلام موجود ہوگی، پیچھے سے آنا چاہے گا تو وہاں علی علیہ السلام موجود ہوگا۔ بتانا مقصود تھا کہ جب تک یہ سہارا امت کے پاس رہے گا، شیطان اُن سے دولتِ ایمان کونہیں چھین سکتا۔

قرآن مجید اور اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام

اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام امتِ مسلمہ کے لیے کس درجہ کی نعمت ہیں؟ اس کا اظہار حضور نبی اکرم ﷺ کی درج ذیل روایت سے ہوتا ہے۔ سیدنا زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنی تارک فیکم ما إن تمسکتم به لن تضلوا بعدی، احدهما اعظم من الآخر، کتاب الله حبل ممدود من السماء إلی الارض، وعترتی اهل بیتی، ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض، فانظروا کیف تخلفونی فیهما. (سنن ترمذی، کتاب فضائل مناقب، باب مناقب اهل بیت نبی ﷺ، رقم: ۳۷۸۸)

''میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے: ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے اور وہ اللہ کی کتاب ہے گویا وہ ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت ہیں یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گے، تو تم دیکھ لو کہ ان دونوں کے سلسلہ میں تم میری کیسی جانشینی کر رہے ہو''۔

کتاب اللہ کے بعد اپنی عترت کی بات کرکے آپ ﷺ نے اصل عقیدہ واضح کردیا کہ یہ دونوں نعمتیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ میری عترت کا عالم یہ ہے کہ یہ خود قرآن سے جڑے ہوئے ہیں اور قرآن اِن سے جڑا ہوا ہے اور اگر تم میری اہلِ بیت سے جڑ جاؤ گے تو قرآن تمہارا ہوگیا اور تم اہلِ بیت اطہار کے ہوگئے۔

مزید فرمایا کہ قرآن اور میرے اہلِ بیت آپس میں ایسے جڑے ہوں گے کہ **ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض.**

یہ آپس میں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ سارا دور گزار کر روزِ محشر حوضِ کوثر پر میرے پاس دونوں ساتھ ساتھ آئیں گے۔ یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ روزِ محشر اکٹھے ہوں گے۔ نہیں بلکہ فرمایا: **لن یتفرقا** دونوں کبھی جدا ہی نہ ہوئے ہوں گے، دنیا میں بھی ایک ساتھ ہوں گے اور آخرت میں بھی ایک ساتھ ہوں گے۔

آقا علیہ السلام نے اپنے اس فرمان کے ذریعے ایک عقیدہ واضح کردیا ہے۔ آیئے اس عقیدہ کو سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا توحید، رسالت، ملائکہ، بعث بعد الموت، علم کائنات و مافیھا کا علم قرآن مجید میں ہے یا نہیں؟ جب سب کچھ قرآن مجید میں ہے تو پھر یہ کیوں نہیں فرمایا کہ صرف قرآن کو تھام لو، کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ قرآن مجید کے ساتھ اپنی عترت اور اہلِ بیت کو شامل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ ہر چیز کا بیان اور رہنمائی قرآن میں موجود ہے؟

دراصل سمجھانا یہ مقصود تھا کہ یہ دونوں عینِ یک دیگر ہیں جو کچھ قرآن میں ہے، وہی اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے نفوسِ قدسیہ میں ہے اور جو کچھ ان نفوسِ مطہرہ میں ہے، وہی کچھ قرآن میں ہے۔ پس جو قرآن کا ہوگیا، وہ اہلِ بیت اطہار کا ہوگیا اور جو کوئی اہلِ بیت اطہار کا ہوگیا وہ قرآن کا ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی محبت عطا فرمائے اور ان کی سیرت کے مطابق اپنے اعمال و احوال کو سنوارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

نظام المدارس پاکستان کے نصاب کی خصوصیات

ترجمۂ قرآن، تفسیر، عقائد، حدیث، علوم الحدیث کے علاوہ
تصوف اور اخلاق کے مضامین بھی نصابی کتب میں شامل ہیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا قومی کانفرنس میں اظہارِ خیال

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین..........معاون: محبوب حسین

آخری حصہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے نظام المدارس پاکستان کے زیرِ اہتمام 17 مارچ 2021ء کو ''مدارسِ دینیہ اور عصرِ حاضر کے تقاضے'' کے عنوان سے قومی کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ جس میں پاکستان بھر سے علماء، مشائخ، مدارس کے مہتمم حضرات، مدرسین اور ہر طبقہ زندگی کی نمائندہ شخصیات نے خصوصی شرکت کی۔ اس کانفرنس سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے نہایت علمی اور فکری خصوصی خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے علم کی اہمیت وفضیلت، مدارسِ دینیہ کے قیام کے مقاصد، صراطِ مستقیم کے حامل افراد کی تیاری کے مراکز اور موجودہ صورت حال، دینِ اسلام میں شخصیات کی اہمیت، نصابِ تعلیم کی خصوصیات، علماء کی ذمہ داریاں، قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ کے مطابق علماء کی فضیلت اور صفات، مدارسِ دینیہ کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں علومِ دینیہ کا نصاب، مدارس کے قیام کے تاریخی پسِ منظر، مدارسِ دینیہ کے نصاب میں جمود کی وجوہات، نظام المدارس کے قیام کی ضرورت، نظام المدارس پاکستان کے نصاب کی اہم خصوصیات اور دیگر متعدد علمی وفکری نکات بیان فرمائے۔ شیخ الاسلام کے اس خطاب کے تین حصے ماہنامہ منہاج القرآن ماہ مئی، جون اور جولائی 2021ء کے شماروں میں شائع ہوچکے ہیں۔ اس خطاب کا آخری حصہ نذرِ قارئین ہے:

۴۔ اصول الحدیث

ترجمہ قرآن اور تفسیر، عقائد اور حدیث کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ علوم الحدیث کی ابحاث، تاریخ حدیث، مصطلحاتِ حدیث اور دیگر علومِ حدیث کو بھی نظام المدارس کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اصولِ حدیث کے باب میں تمام مدارس صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا تحریر کردہ چھوٹا سا مقدمہ پڑھا دیتے تھے یا شرح نخبۃ الفکر پڑھادی۔ گویا اصول حدیث پر محنت ہی نہیں کروائی جاتی۔ اگر کوئی حدیثِ صحیح، حدیثِ حسن، حدیثِ ضعیف یا موضوع کی بات کرے تو ہمارا فارغ التحصیل طالب علم اس باب میں دو منٹ کی گفتگو نہیں کرسکتا۔ اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میں کیا اطلاقات کروں؟ حکم اور ترجیحات کیا ہیں؟ حدیث ضعیف کیسے بنتی ہے اور ضعیف کا ارتقاء کیسے ہوتا ہے؟ حدیث ضعیف؛ حسن کیسے بنتی ہے اور حسن؛ صحیح کے درجے میں کیسے آتی ہے؟ کن امور میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے؟ یہ ساری ابحاث جن کے ساتھ ہمارے عقائد، عبادات، ترغیبات، ترہیبات اور آداب متعلق ہیں، ان میں سے کوئی چیز مدارس میں تفصیل سے نہیں پڑھائی جاتی۔

☆ (مقام: مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن)، (تاریخ: 17 مارچ 2021ء)

ہم نے نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں ان تمام موضوعات پر فوکس کیا ہے۔ علوم الحدیث پر مقدمہ ابن الصلاح، امام نووی کی التقریب، امام جلال الدین سیوطی کی التدریب، شرح نخبۃ الفکر اور دیگر کتب شاملِ نصاب کردی ہیں تاکہ طلبہ ان کو پڑھیں اور علوم الحدیث میں پختہ اور مضبوط ہوں۔ علاوہ ازیں مصادر کتب کے معاون اور مطالعہ کے لیے بہت ساری کتب شاملِ نصاب ہیں۔ امام اعظم کے رسالہ الفقہ الاکبر کو باضابطہ طور پر ہمارے نصاب میں پڑھانے کا معمول ہی نہیں جبکہ دعویٰ ہم حنفیت کا کرتے ہیں۔ امام اعظم کی اس کتاب سے علم الکلام کی ابتدا ہوئی ہے، ہم نے اسے بھی شامل نصاب کیا ہے۔اصول حدیث پر لکھی گئی اکابر ائمہ کی کتب کے علاوہ عربی زبان میں میری اپنی لکھی ہوئی کتب بھی شاملِ نصاب ہیں۔

۵۔ سیرت النبی ﷺ

نظام المدارس کے نصاب میں سیرت اور فضائل نبی ﷺ پر بطورِ خاص فوکس کیا گیا ہے۔ دوسرے مدارس میں علامہ نور بخش توکلیؒ کی کتاب سے سیرت و فضائل پر دو چار ابواب پڑھادیئے جاتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ عالمِ دین ہو اور حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ بھی 8 سال کے نصاب میں پوری نہ پڑھے۔ مدارس کے نصاب میں آپ ﷺ کی ولادت سے لے کے وصال تک مکی اور مدنی زندگی مفصل طریق سے نہیں پڑھائی جاتی۔ تھوڑے سے جزو پڑھا دینے سے سیرت النبی ﷺ کی کامل تفہیم میسر نہیں آتی۔

لہٰذا نظام المدارس کے نصاب میں سیرت النبی ﷺ کے باب میں مکی زندگی اور مدنی زندگی کے مکمل احوال شاملِ نصاب ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کی عظیم کتب کے مقدمات کی نئی ابحاث کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔

امام قسطلانی کی المواہب اللدنیہ کو شاملِ نصاب کیا ہے جو پہلے مروّجہ نصاب میں نہیں تھی۔ اس میں سے معجزات و خصائص، اسریٰ و معراج اور تعظیم و شان رسالت مآب ﷺ اور حضور ﷺ کی اتباع کے وجوب کے ابواب رکھے ہیں۔

اسی طرح معارج السنن اور دیگر ائمہ کی بڑی کتب سے آقا ﷺ کی شان اقدس کے متعلق ابواب لیے ہیں۔ آقا ﷺ کے شمائل کے مطالعہ کے لیے شمائل ترمذی شاملِ نصاب کی ہے۔

سیرت و فضائل کے باب میں لکھی گئی کتب میں سے قاضی عیاض کی الشفاء ایک اہم مقام کی حامل کتاب ہے۔ ہم اس کتاب کا نام تو بہت لیتے ہیں مگر ہمارے نصاب میں یہ کتاب شامل ہی نہیں۔ اگر ہم حضور ﷺ کی سیرت و فضائل کے حوالے سے گزشتہ ایک ہزار سال میں لکھی گئی اونچے درجے کی صرف دو کتابوں کے نام لیں تو ان میں ایک ''الشفاء'' ہے اور دوسری کتاب امام قسطلانی کی ''المواہب اللدنیہ'' ہے۔ اگر یہ دونوں کتب ہمارے نصابات میں شامل نہیں تو ہمارے طلبہ ان کتب کے اسلوب اور ان میں موجود دلائل سے کس طرح واقف ہوں گے؟ ہم اپنے طلبہ و علماء میں خود علمی کمزوری پیدا کررہے ہیں اور اسی طرزِ عمل سے مسلک کے دلائل کمزور ہوئے، عزت کمزور ہوئی اور مسلک کا وقار مجروح ہوا۔ یاد رکھیں! دلائل کی کمی کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ علمی رابطہ کم ہوتا ہے۔ یہ دونوں کتابیں آقا ﷺ کی شانِ اقدس اور آپ ﷺ کی عظمت سمجھاتی ہیں اور عقیدہ ثابت کرتی ہیں۔ لہٰذا اِن کتب کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔

آخری سال میں سیرت کے مضمون میں میثاق مدینہ کی صورت میں موجود دستورِ مدینہ کو شامل کیا ہے، جس پر اسلامی ریاست استوار ہوئی۔ یہ چیزیں اس لیے شامل کیں تاکہ ہمارے طلبہ اس کا تجزیاتی مطالعہ کریں۔

۶۔ تصوف و اخلاق

تصوف کے مضمون کو بھی نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں اول سال سے ہی شامل کیا گیا ہے کیونکہ جب تک متعلم کا اخلاق نہ سنورے، اس کے اندر صدق و اخلاص، زہد و ورع، تعلق باللہ، اخلاقِ حسنہ اور آدابِ زندگی پیدا نہ ہوں تو پھر اس علم سے اس نے کیا حاصل کیا؟ اس کے لیے پہلے ہی سال سے رسالہ القشیریہ شامل کردیا ہے۔ اسی طرح تصوف و اخلاق کی وہ ابحاث جو خلفائے راشدین، ائمہ اربعہ اور سلاسل طریقت کے اکابرین سے متعلق ہیں، ان کے لیے ''تذکرے اور صحبتیں'' شامل کردی ہے۔

اسی طرح امام سلمی کی الطبقات الصوفیہ، حضور داتا گنج بخش کی کشف المحجوب، کتاب اللمع اور سیدنا غوث الاعظم کی غنیۃ الطالبین سے تصوف کے حصے لیے ہیں۔ اول سال سے آخر تک تصوف کی کتب سے سیرت و اخلاق کے مضامین شامل کیے ہیں اور اس طرح مدرسہ کو خانقاہ اور روحانی تربیت کا مرکز بھی بنادیا ہے۔

تصوف و اخلاق کے ساتھ ساتھ التصوف الآداب کے عنوان سے ایک نیا مضمون بھی شاملِ نصاب ہے۔

۷۔ ادب التعلیم والتعلم

تصوف و اخلاق کے ذیل میں ''آداب التعلیم والتعلم'' مضمون کو بطور خاص شاملِ نصاب کیا ہے تاکہ طلبہ کو تعلیم، معلم وشیخ اور مدرسہ کے آداب آئیں، اسی طرح اختلاف کرنے اور پڑھنے پڑھانے کے آداب آئیں۔ الغرض ادب کا ایک پہلو جو ائمہ کے ہاں بہت متداول تھا، ان کتب کو بھی شاملِ نصاب کیا ہے۔ سیرت و اخلاق کو اعلیٰ اقدار پر استوار کرنے کے لیے مزید ایسی کتابیں بھی شامل کی ہیں جو متعلمین کو اجلا، ستھرا اور خوبصورت اخلاق دیں۔

۸۔ فقہ حنفی کا قرآن وسنت سے اثبات

برِصغیر پاک و ہند میں رہنے والوں کی اکثریت حنفی المذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مدارس میں صرف حنفی المذہب فقہ کی کتب پڑھاتے ہیں۔ مگر افسوس یہ کہ ہمارے مدارس کے نصاب میں کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں جس میں فقہ حنفی کو سنت و حدیث کے ذریعے پڑھایا اور سمجھایا جائے۔ سوچیں! ہم کس مسلک کا دفاع اور خدمت کررہے ہیں؟ ہم صرف تقریروں میں نعرے لگاتے ہیں کہ مسلکِ اہلِ سنت زندہ باد جبکہ ہمارے 8 سال کے نصاب میں مذہب حنفی کے اثبات کے لیے دلائلِ شرعیہ اور حدیث و سنت کے دلائل پر مبنی کوئی کتاب ہی شامل نہیں ہے۔ ہر طالب علم جب مدرسہ سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اس حوالے سے مختلف ذرائع سے سیکھتا رہتا ہے مگر مدرسہ اور نصاب کے ذریعے اسے اس باب میں کچھ نہیں ملا ہوتا۔

مثلاً: ہمارا فقہی مشرب یہ ہے کہ ہم بیس تراویح پڑھتے ہیں، ہم رفع یدین نہیں کرتے، علی ہذا القیاس ہمارے اور دوسرے مذاہب کے درمیان ایک فرق ہے، علماء اور طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ انہیں پتہ ہو کہ ہم جس مسلک اور فقہ پر عمل پیرا ہیں، حدیثِ نبوی ﷺ میں اس مذہب حنفی کے دلائل کیا ہیں؟ انہیں معلوم ہو کہ ہمارا مذہب مبنی بر فقہ ہے یا مبنی بر حدیث ہے؟ اگر کہہ دیں کہ ہمارا مذہب مبنی برفقہ ہے تو اب جو بندہ چاہے اس کا انکار کردے، فقہی طور پر ہم کسی پر فتویٰ ہی نہیں لگاسکتے لیکن اگر یہ کہہ دیں کہ ہمارا مذہب مبنی بر سنت و حدیث نبوی ﷺ ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں تو اب کوئی اسے ٹھکرا نہیں سکتا۔

پس جب نظام المدارس کے تحت طالب علم 8 سال گزار کر فیلڈ میں جائے گا تو مذہب حنفی اور اپنے عقیدہ و مسلک کے دلائل اس کے پاس ہوں گے۔ ہم اسے علمی طور پر محتاج اور مسکین بنا کر نہیں بلکہ علمی وفکری اعتبار سے نہایت جامع بنا کر اصلاحِ معاشرہ کے لیے میدان میں اتاریں گے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں شیخ اسعد سعید الصاغرجی کی کتاب **الفقہ الحنفی وادلتہ** کو شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔

۹۔ فقہ اور اصولِ فقہ

نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں فقہ کی 22 اہم کتب کو شامل کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کتاب کا تعارف کروایا جائے گا۔ علاوہ ازیں حنفی فتاویٰ کو شامل کیا ہے جن میں فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ قاسم بن قطلو بغا، فتاویٰ خیریہ، فتاویٰ ہندیہ یا عالمگیریہ اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ شاملِ نصاب ہیں۔ اساتذہ ان فتاویٰ کے مباحث اور اسلوب طلبہ کو سمجھائیں گے۔

اسی طرح اصول فقہ کی کتب کا تعارف بھی شاملِ نصاب ہے یعنی طلبہ کو چاروں مذاہب حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے اصول و قواعد سے روشناس کروایا جائے گا۔ علاوہ ازیں تاریخ الفقہ بھی نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں ایک نئے مضمون کے طور پر شامل ہے۔

۱۰۔ عربی ادب و شاعری

عربی ادب و شاعری کے حوالے سے مروجہ نصابِ مدارس میں دورِ جاہلیت کا جاہلی ادب پڑھایا جاتا تھا جسے بعض اوقات اساتذہ کو پڑھاتے ہوئے اور طالب علم کو پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں ان کو رسماً برقرار رکھا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ کتابیں نکال دی ہیں، مگر ان کے ساتھ ساتھ زیادہ حصہ قصیدہ بردہ شریف اور قصائد حسان بن ثابتؓ شامل کردیئے ہیں۔ اس لیے کہ جب عربی ادب و شاعری پڑھانے ہیں تو کیوں نہ امام بوصیری کو پڑھائیں تاکہ عربی ادب بھی آئے اور عشق رسول ﷺ بھی آئے۔

عربی شعر و ادب کے باب میں قصیدہ بانت سعاد، دیوان ابی طالب، دیوان مالک بن عوف، امام بوصیری کا قصیدہ محمدیہ، خلفائے راشدین اور اہل بیت اطہار ؓ کی شان میں امام شافعی کے دیوان میں سے اشعار شاملِ نصاب ہیں اور پھر شعر جاہلی کے منتخب معلقاتِ سبعہ کو شاملِ نصاب کیا ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ کی عظمت و شان، صحابہ کرام، خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار ؓ پر لکھے گئے امام جلال الدین محمد بن نباتہ کے اشعار اور فرزدق کے اشعار شامل کیے ہیں۔ گویا اس انداز کے ساتھ وہ ساری چیزیں رکھی ہیں کہ جب لوگ پڑھیں تو ایمان بھی تازہ ہو، عقیدہ بھی نہایت خوبصورت طریقے سے اجاگر ہو اور عربی ادب سے بھی آشنائی ہو۔

اسی طرح امام نبھانی کا چار جلدوں پر مشتمل عظیم الشان ذخیرہ **مجموعه النبهانيه** بھی شاملِ نصاب ہے جس میں صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر ائمہ عرب کے کل **قصائد مديحة النبیؐ** جمع ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ جاہلی ادب کے بجائے ہم وہ اشعار پڑھائیں جن سے **مديحة النبیؐ** ثابت ہو، نعت پڑھنے کا جواز ثابت ہو، حضور ﷺ کی شان بیان ہو، عشقِ رسول ﷺ پیدا ہو اور آنکھیں نم ہوں۔ عربی ادب بھی آئے، شعر بھی آئے، ذوق بھی پیدا ہو اور عقیدہ بھی درست ہو۔ اس اسلوب کے مطابق کوشش کی ہے تاکہ تعلیم کے تمام مقاصد نصاب کے ذریعے پورے ہوسکیں۔

۱۱۔ فضائل صحابہ و اہلِ بیت اطہار ؓ

خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ کے فضائل و مناقب پر کوئی باقاعدہ کتاب مدارس کے نصاب میں شامل نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کتبِ حدیث سے چند ایک احادیث پڑھا دی جاتی ہیں۔ نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں اس موضوع پر بھی کتب شامل کردی ہیں۔ اس سلسلہ میں امام الآجری کی **کتاب الشريعه** اور امام سخاوی کی ''**استجلاب ارتقاء الغرف**'' سے ابواب شاملِ نصاب کیے ہیں۔ یہ تمام کتب اس لیے ضروری ہیں تاکہ ہمارے عقیدے کے منابع تک طلبہ کی رسائی ہو۔

اس مضمون پر **الانابه فی مناقب الصحابه، مكانة الصحابه وحقيقة الخلافه، قرابة النبی، الاجابه فی مناقب القرابة** کو بھی شاملِ نصاب کیا ہے۔

۱۲۔ حبِ اولیاء کرامؒ

اولیاء کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے درس نظامی کے نصاب میں کوئی کتاب اور کوئی مباحث نہیں صرف چند اولیاء کی کرامات پڑھ لیتے ہیں، جیسے شرح عقائدِ نسفیہ جیسی کتاب میں کوئی جملہ پڑھ لیا کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں مگر محض ایک اس جملے سے سارا عقیدہ تو ثابت نہیں ہوجاتا۔ لہٰذا شانِ اولیاء اور کرامت و ولایت کے باب میں امام نبھانی کی **کتاب جامع کراماتِ اولیاء** اور ''**اصول اعتقاد اهل السنه**'' کو بھی نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

۱۳۔ الوسطیہ

اعتدال اور توازن پیدا کرنے کے لیے نظام المدارس کے نصاب میں ''الوسطیہ'' کے عنوان سے ایک مضمون رکھا ہے جس کا مقصود معاشرے میں محبت کا فروغ، تشدد کے رجحان کا خاتمہ، مسلم و غیر مسلم کے تعلقات، خدمتِ انسانیت اور اعتدال کی فضا کو قائم کرنا ہے تاکہ انسانی زندگی میں اندرونی و بیرونی سطح پر امن کی فضا پیدا ہو۔

۱۴۔ الدعوہ والارشاد

الدعوہ والارشاد کے عنوان سے ایک نیا مضمون بھی نظام المدارس کے نصاب میں شامل کیا ہے تاکہ طلبہ کو معلوم ہو کہ اصولِ دعوت کیا ہیں؟ دعوت کس طرح دینی ہے اور دعوت کے قواعد وضوابط کیا ہیں؟ یہ تمام امور مدارسِ دینیہ کے نصاب میں شامل نہیں تھے۔

۱۵۔ دنیاوی تعلیم

نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں دنیاوی تعلیم کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔ کمپیوٹر، انگلش، ریاضی اور مطالعہ پاکستان بھی نصاب میں شامل ہیں۔ میٹرک اور ایف اے کے امتحانات باضابطہ بورڈ سے دلوائیں گے اور بی اے یا بی ایس کا امتحان یونیورسٹی سے ہوگا یعنی وہ ڈگری ہولڈرز ہوں گے۔ دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہونے کے بعد اب وہ جو مرضی فیلڈ اختیار کریں۔ ان میں ایک عالم دین اور معاشرے میں رائج تمام پروفیشنز (پیشوں) کے حوالے سے بنیادی صلاحیت موجود ہوگی۔ وہ وکالت، کمپیوٹر، تدریس، معیشت، فنانس الغرض جو فیلڈ بھی اختیار کرنا چاہے گا حتی کہ مقابلہ کے امتحان کے بعد کسی بھی ریاستی ادارے میں خدمات سرانجام دینا چاہے گا تو وہ بآسانی ان کے لیے موزوں ہوگا۔ اس لیے کہ اس اس میں ان میادین کے لیے بنیادی استعداد وصلاحیت موجود ہوگی، اس کی شخصیت میں ایک توازن اور اعتدال ہوگا۔

۱۶۔ متفرق مضامین

علاوہ ازیں نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں درج ذیل نئے مضامین کا بھی اضافہ کیا گیا ہے:

۱۔عربی تکلم وانشاء	۲۔اسلامی افکار ونظریات
۳۔تقابل الادیان	۴۔ اسلام اور جدید سائنس
۵۔ فقہ السنہ	۶۔ ادب الاختلاف

اس تمام گفتگو سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ وہ کتب جن کی بنیاد پر ہمارے طلبہ نے عالم بننا اور تبلیغ کرنی ہے، اگر ہم وہ مضامین اور موضوعات انہیں پڑھا کر نہیں بھیجیں گے اور بغیر علم کے انھیں الشہادۃ العالمیہ کی ڈگری دے کر میدان میں اتار دیں گے تو وہ علمی مباحث میں دین اور مسلک کا دفاع کیسے کریں گے؟ جب ہم انھیں علمی وفکری مقابلہ کرنے کے لیے 8 سال تک اس سلسلے میں تیار ہی کچھ نہیں کرائیں گے تو وہ اس محاذ پر اسلام کا دفاع کیسے کریں گے؟

طلبہ چونکہ علم کے ساتھ مسلح نہیں ہوتے، اس وجہ سے جھگڑے وفساد، انتہا پسندی اور فرقہ واریت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طالب علم کی علمی سطح گر کر منفی انداز کے ساتھ فتنہ وفساد کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ یاد رکھ لیں! جو آدمی علم سے مسلح ہے، جس کے پاس قرآن وسنت اور سلف صالحین کے دلائل ہیں، وہ کبھی غصہ نہیں کرتا، وہ انتہا پسندی، فرقہ واریت، قتل و غارت اور گالی گلوچ نہیں کرتا۔ گالی گلوچ اور للکارتا صرف وہ ہے جس کے پاس دلیل، علم اور مطالعہ نہیں ہوتا۔ طلبہ کے دلائل سے نابلد رہنے کے ذمہ دار ہمارے مدارس ہیں کہ انھوں نے انھیں دلائل سے آشنا کیا ہی نہیں۔

حرفِ آخر!

۱۔ نظام المدارس پاکستان کے نصاب نے طالب علم کو اپنے عقائد اور افکار ونظریات کے دفاع میں مضبوط قلعہ بنادیا ہے۔ اس حوالے سے مناظرانہ، فرقہ وارانہ، فتویٰ بازی اور نفرت پر مبنی طریق کے بجائے قرآن وحدیث کے مثبت دلائل پر مبنی اکابرین کی جو کتب مل سکتی تھیں، وہ شاملِ نصاب کردی ہیں۔ اس نصاب میں علوم القرآن، حدیث، اصول الحدیث، مذہب حنفی، عقائد اور تصوف کے باب میں میری تصانیف اس وقت شامل کی گئی ہیں، جہاں خاص ضرورت تھی اور ان سے بہتر کوئی کتاب میسر نہیں آئی۔

نظام المدارس پاکستان کے ساتھ شامل ہونے والے علماء و اساتذہ کو اگر ان موضوعات پر انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ نظریات سے ہٹ کر صرف اور صرف مثبت دلائل اور فقط علم اور دلائلِ کتاب وسنت پر مبنی شاملِ نصاب کتب سے بہتر اکابرین

کی کتب مل جائیں یا اس سے بہتر نہیں تو کم از کم ان جیسی ہی مل جائیں، جو ان مقاصد اور ضرورت کو پورا کریں تو وہ ہمیں مطلع کرے، ہم اسے شاملِ نصاب کردیں گے۔ اس حوالے سے کوئی تامل اور تنگ نظری آڑے نہیں آئے گی۔ ہم نے اس نصاب کو شریعت کی طرح حتمی و قطعی نہیں رکھا کہ دروازہ بند کردیا ہے بلکہ قابلِ عمل تجاویز کو شامل کیا جائے گا اور مشاورت بھی ہوتی رہے گی۔ اس نظام سے متعلق جتنی کمی بیشی کی تجاویز دینا چاہیں دیں، مرکز ہمیشہ آپ کی تجاویز کو سنے گا، خوش آمدید کہے گا اور بہتری کے لیے انہیں قبول کرے گا۔

۲۔ نظام المدارس کی کامیابی کے لیے اللہ رب العزت کے حضور التجا ہے کہ وہ ہمیں توفیق دے، کیونکہ اس کی توفیق کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں ہوگا۔ یہ ہماری ایک معمولی سی سعی ہے مگر کسی کے ساتھ کوئی مقابلہ یا مسابقہ نہیں ہے۔ ہماری نظر میں سب اچھے ہیں اور ہم نے اپنی حیثیت و استعداد کے مطابق دین، دینی علوم، عقیدہ و مسلک، مذہب، علم وفن اور طلبہ کی سیرت و کردار میں تصوف، زہد و ورع اور اخلاص کے فروغ کے لیے ایک حقیر سی کاوش کی ہے تاکہ علم کا معیار بلند ہو اور جو طلبہ یہاں سے فارغ التحصیل ہوں؛ ان میں استحکام نظر آئے، وہ عقائد، علوم وفن، بول چال، اخلاق اور طور طریقے میں پختہ ہوں تاکہ لوگ ان کو دیکھیں تو ایک خوشگوار اور قابلِ فخر احساس پیدا ہو، ان کا چہرہ، ان کے عادات و اطوار اور معاملات کو دیکھ کر ان کا دل خوش ہو اور وہ کہیں کہ ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ان پر خاص کرم ہے۔

علماء کے نام پر جب یہ لوگ معاشرے میں جائیں تو دورِ جدید میں بھی عزت پائیں اور لوگ سمجھیں کہ ہاں یہ غزالی اور رازی کی نمائندگی کرنے والے لوگ ہیں، ان کا اخلاق دیکھیں تو کہیں کہ ہاں ان میں ہجویریؒ، رومیؒ، جیلانیؒ، اجمیریؒ اور ان جیسے علماء وصوفیاء کی جھلک موجود ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کبار ائمہ وصلحاء کی تعلیمات کا کچھ نہ کچھ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو اور تعلیم سے محروم لوگوں کی قیادت کرنے کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے حقدار بن سکیں۔

۳۔ اس ضمن میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ میری اس تمام گفتگو کا فوکس یہ نہیں کہ سارے مدارس ''نظام المدارس'' کے تحت آجائیں اور دوسرے وفاق کو چھوڑ دیں۔ نہیں، یہ سب کا اپنا اپنا چناؤ ہے۔ ''نظام المدارس پاکستان'' نے اپنا منہج و اسلوب اور اہداف و مقاصد واضح کردیئے ہیں۔ مدارس دینیہ کے مذکورہ مقاصد اور علماء و طلبہ کا مذکورہ خصوصیات و اوصاف سے مزین ہونے کی منزل کا حصول جہاں پورا ہوسکتا ہے، مدارس کو وہاں منسلک رہنا چاہیے۔ ان مذکورہ مقاصد کی تکمیل پہلی ترجیح ہونی چاہیے اور باقی چیزوں کو پیچھے رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی کسی کے ساتھ تعلق، نسبت، دوستی، ارادت یا کسی کی دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے کسی وفاق کا انتخاب کرتا ہے تو اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا؟ اگر مقصود پورا نہیں ہوتا تو کسی وفاق سے الحاق یا مدرسہ کے قیام کا کوئی فائدہ نہیں۔ پہلے ہی بڑا نقصان ہوچکا ہے۔ لہٰذا مخالفت، عداوت، دوستی، تعلق اور رشتے کی بنا پر فیصلے نہ کریں۔ میری معروضات کا مقصد فوکس کو درست کرنا ہے کہ اس بات کو سمجھا جائے کہ ہمارا مقصد کیا ہے۔۔۔؟ ہم کدھر جارہے ہیں۔۔۔؟ ہم کیا تھے اور کیا ہوچکے ہیں۔۔۔؟ ہمیں کدھر جانا چاہیے۔۔۔؟ کیا ہم اپنا احیاء اور تشخص ان مقاصد کے مطابق چاہتے ہیں یا نہیں۔۔۔؟ کیا ہم اپنا مستقبل روشن کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔۔۔؟ یہ سوچ کر ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا۔

ابھی یہ ارتقاء کا سفر ہے، ہم تدریجاً سفر کرتے کرتے جہاں تک ممکن ہوسکا اسے کمال تک لے جائیں گے اور نصاب میں بھی نئے دور کے تقاضوں کے مطابق اضافہ ہوتا رہے گا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق، مدد و نصرت اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کی خیرات سے ممکن ہوگا۔ ہم نے بغیر لالچ و خواہش کے ایک بیڑا اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، اس میں کامیابی دے اور سرخرو کرے تاکہ ہم دین، علمِ دین، عالمِ دین اور طالبِ دین کی کچھ نہ کچھ خدمت کرسکیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کا کم خرچ اور قابلِ عمل منصوبہ

بائیوری ایکٹر پلانٹ کے ذریعے کوڑا ری سائیکل کر کے 13 ہزار ٹن کھاد تیار کی جاسکتی ہے

ماحولیاتی آلودگی بین الاقوامی، علاقائی اور مقامی سطح کا ایک قابلِ توجہ حساس مسئلہ ہے

منہاج یونیورسٹی لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی نئی تحقیق

ماحولیاتی آلودگی بین الاقوامی، علاقائی اور مقامی سطح کا ایک قابلِ توجہ حساس مسئلہ ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کے مضمرات سے نمٹنے کیلئے ہر سطح پر مکالمہ تو ہو رہا ہے مگر جس نوع کے عملی اقدامات اٹھائے جانے کی ضرورت ہے ان کا فقدان ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کینسر کی طرح ہے، علاج میں جتنی تاخیر ہو گی نقصانات اتنے زیادہ بڑھتے چلے جائیں گے۔ ماحولیاتی آلودگی ایک قومی ایشو ہے مگر اس کے حل کے لئے اس کی درجہ بندی کی جا سکتی ہے، ہمیں ایسے شعبوں کی نشاندہی کرنی چاہیے جہاں سب سے زیادہ کچرا پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کچرے کو ٹھکانے لگانے کے لئے اسی سطح کے اقدامات بروئے کار لائے جانے چاہئیں۔

لاہور کی مثال لے لیتے ہیں، لاہور 11 کروڑ آبادی والے صوبہ کے عوام کی آمدروفت کا مرکز ہے بلکہ اس کی بعض حوالوں سے حیثیت اور اہمیت بین الاقوامی بھی ہے۔ یہ بین الاقوامی ورثہ کا مسکن ہونے کے ساتھ ساتھ اولیائے اللہ کے مزارات کے باعث خاص و عام کی توجہ کا مرکز بھی ہے۔ لاہور میں ڈسٹرکٹ کورٹس اور سول سیکرٹریٹ ایسی جگہیں ہیں جہاں دن بھر کسی نہ کسی حوالے اور سب سے صوبہ بھر کے عوام کی بڑی تعداد آتی جاتی ہے۔ کم و بیش ڈیڑھ سے دو لاکھ لوگ روزانہ ان جگہوں کا وزٹ کرتے ہیں۔ یقیناً اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کی آمدورفت سے اشیائے خورونوش کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور خوراک کے استعمال کے ساتھ ساتھ اتنی ہی بڑی مقدار میں کچرا بھی پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح پاکستان چار بڑے مذاہب اسلام، عیسائیت، ہندو مت اور بدھ مت کی سرزمین ہے۔ ان چاروں مذاہب کے مقدس مقامات اور مزارات پاکستان میں پائے جاتے ہیں جن کی زیارت کے لئے لاکھوں مقامی اور غیرملکی سیاح ہر سال اُمڈے چلے آتے ہیں۔ اس مذہبی سیاحت سے پاکستان ہر سال لاکھوں ڈالر کما رہا ہے۔ صرف 2014ء میں پاکستان نے اس مد میں 28 کروڑ 30 لاکھ ڈالر کی خطیر آمدن حاصل کی۔ علاوہ ازیں اس سے مقامی سطح پر ملازمتیں پیدا ہوئیں، مقامی ثقافت دوسرے ملکوں تک متعارف ہوئی جبکہ غیرملکی سیاح جاتے ہوئے جو اشیاء بطورِ تحائف خرید کر لے گئے، اس سے برآمدات میں اضافہ ہوا۔

تاہم اس سیاحت سے ملک کو حاصل ہونے والے معاشی اور ثقافتی فائدے کا ایک منفی پہلو بھی ہے۔ سیاحوں کی آمدورفت اور قیام سے پیدا ہونے والی آلودگی اور کوڑا کرکٹ کے اس پہلو کو آج تک کسی منتظم یا محقق نے قابلِ توجہ نہیں جانا۔ مزارات اخلاق اور تصوف کا مرکز ہیں۔ یہاں لوگ روحانی پاکیزگی اور باطنی طہارت کے لئے آتے ہیں۔ ان جگہوں کی ظاہری صفائی کا خیال رکھنا اخلاقی ہی نہیں اسلامی فریضہ بھی ہے۔ اسلام واحد ضابطۂ حیات ہے جو صفائی

کو نصف ایمان قرار دیتا ہے تو بڑی تعداد میں آمدورفت کے نتیجے میں جو صفائی کے مسائل جنم لے رہے ہیں، ان پر سنجیدہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہم اس حقیقت سے منہ نہیں موڑ سکتے جہاں بڑے پیمانے پر آمدورفت ہوگی وہاں صحت و صفائی کے مسائل بھی سر اٹھائیں گے۔ دنیا بھر میں ہونے والی تحقیق اور لکھے جانے والے مختلف مقالہ جات میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ سیاحت اور آلودگی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مقامی اور بین الاقوامی دورے کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کا باعث بنتے ہیں۔ گرین ہاؤس گیس کے اخراج میں سب سے زیادہ حصہ ٹرانسپورٹ کے شعبے کا ہے جو کہ سال2018ء میں 28.2 فیصد تھا۔ سیاحوں کو قیام و طعام کی سہولیات فراہمی پر خرچ ہونے والی توانائی سے بھی ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے اور 2018ء میں بجلی تیار کرنے سے گرین ہاؤس گیس کے اخراج کی شرح 26.9 فیصد تھی جبکہ رہائشی و کمرشل سرگرمیوں کا حصہ 12.3 فیصد تھا۔

لاہور کے حوالے سے اس ماحولیاتی آلودگی کے پھیلاؤ کے مسئلے کی نزاکت کو سمجھنے کے لئے راقم نے حال ہی میں شہر میں مدفون مسلم صوفیاء کے مزارات پر ایک تحقیق کی جس کے نتائج چونکا دینے والے نکلے۔ اس تحقیق میں حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کے مزار مبارک پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اس کے آس پاس کے دوکانداروں اور کاروباری حضرات سے ایک سوالنامہ پُر کروایا گیا جبکہ اس مزار کے ایڈمنسٹریٹر، ٹاؤن کے سالڈ ویسٹ کے منتظم اور لاہور ویسٹ مینجمنٹ کمپنی کے نمائندے سے بالمشافہ ملاقات کر کے بنیادی معلومات حاصل کی گئیں۔ کل پیدا ہونے والے کوڑے اور سڑک پر پڑے رہ جانے والے کوڑے کرکٹ کی مقدار، اس کوڑے کو ٹھکانے لگانے کے موجودہ طریقہ کار اور شہر میں آلودگی کی صورتحال جاننے کے لئے دستیاب لٹریچر، کتب، تحقیقی مقالاجات اور لاہور ویسٹ مینجمنٹ کمپنی کی ویب سائٹ سے مدد لی گئی۔

ان معلومات کے تجزیے سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ لاہور کے صرف بڑے مزارات پر لوگوں کی آمدورفت کے باعث اور اشیائے خورونوش کے استعمال کے نتیجے میں مجموعی طور پر سالانہ27,000ٹن کچرا پیدا ہوتا ہے جس سے 43 لاکھ کیوبک فٹ سالانہ لینڈفل گیس (جس میں 50 فیصد میتھین گیس اور 50 فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس) پیدا ہوتی ہے۔ یہ مقدار 13.688 کروڑ گیلن ڈیزل جلانے سے پیدا ہونے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ کے برابر ہے۔

محکمہ اوقاف کے مطابق حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پر روزانہ 30 سے 40 ہزار زائرین آتے ہیں جن کے قیام اور اشیائے خورونوش کے استعمال کی وجہ سے تقریباً 25 ٹن کچرا روزانہ پیدا ہوتا ہے جبکہ جمعرات کے دن زائرین کی تعداد 60 سے 70 ہزار تک جا پہنچتی ہے۔ عرس کے موقع پر پاکستان کے طول و عرض اور باہر کے ممالک سے 10 لاکھ سے زائد زائرین آتے ہیں۔ ان زائرین اور غرباء کے لئے سالانہ 1.93 ہزار ٹن کھانا پکایا اور تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس آمدورفت کے جہاں بہت سارے فوائد ہیں وہاں اتنی بڑی آمدورفت کی وجہ سے کچھ ماحولیاتی مسائل بھی جنم لیتے ہیں۔ ان ماحولیاتی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے کوئی جامع حکمتِ عملی نظر نہیں آتی۔ اس آمدورفت کی وجہ سے جو ماحولیاتی آلودگی جنم لیتی ہے، اُسے کسی ایسے طریقہ کار کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو محفوظ ہو اور ضمنی اثرات سے بڑی حد تک پاک ہو۔

اس ضمن میں پہلا اقدام زائرین کی شعور کی بیداری ہے کہ وہ کم سے کم کوڑا پیدا کریں اور پیدا شدہ کوڑے کو ادھر ادھر پھینکنے کی بجائے کوڑے دان میں ڈالیں چونکہ ان مزارات پر آنے والوں کا تعلق زیادہ تر مذہب اسلام سے ہے، اس لئے انہیں ماحولیاتی تحفظ کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے۔ انہیں نبی رحمتﷺ کے صفائی کے حوالے سے فرامین و ارشادات کے بارے میں بتایا جانا چاہیے کہ:

’’اللہ کو سب سے محبوب وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ کی مخلوق کے لئے سب سے مفید ہوتا ہے۔‘‘

ایک اور مقام پر آپﷺ نے فرمایا کہ:

’’اگر قیامت کے آنے میں ایک گھڑی رہ گئی ہو اور کسی

شخص کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو اور وہ اسے زمین میں بونے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ایسا کر گزرے (یعنی زمین میں بو دے)۔‘‘

لاہور کے مزارات سے اکٹھا کیا جانے والا کوڑا زمین میں دبانے کی بجائے اسے ری سائیکل کیا جا سکتا ہے۔ اس کوڑے کا بیشتر حصہ نامیاتی مواد پر مشتمل ہے چونکہ ان مزارات کے اردگرد زیادہ تر کاروباری سرگرمیاں کھانا پکانے اور کھانا مہیا کرنے کے گرد گھومتی ہیں۔ اس کوڑے کو کمپوسٹ بائیوری ایکٹر پلانٹ کے ذریعے کارآمد کھاد میں بدلا جا سکتا ہے۔ ایک کمپوسٹ بائیوری ایکٹر پلانٹ کی لاگت کا ابتدائی تخمینہ ایک کروڑ 28 لاکھ روپے ہے اور اس لاگت کو باآسانی مزارات کو عطیات سے ہونے والی آمدن سے پورا کیا جا سکتا ہے جو کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق 30 کروڑ روپے سالانہ ہے۔ یہ بائیوری ایکٹر پلانٹ سالانہ 13 ہزار ٹن کھاد پیدا کرے گا جس کو بیچ کر تقریباً 13 کروڑ69 لاکھ روپے سالانہ آمدن حاصل کی جا سکتی ہے جب کہ اس سسٹم کو چلانے کی لاگت 25 لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہو گی۔ چونکہ یہ تمام مزارات محکمہ اوقاف کے ماتحت آتے ہیں جس کے پاس زمین بھی دستیاب ہے جہاں اس کمپوسٹ پلانٹ کی تنصیب ہو سکتی اور کھاد بنانے کا عمل آسانی سے کیا جا سکتا ہے اور اس عمل کے دوران اندازاً 794 ملازمتیں بھی پیدا کی جا سکتی ہیں۔

❁❁❁❁❁

اظہار تعزیت

گزشتہ ماہ محترم محمد عرفان طاہر (انچارج منہاج القرآن پریس اینڈ پبلی کیشنز) کی پھوپھو جان، محترم امیر حسنین (انچارج ڈسپیچ آفس) کی ممانی، محترم شہزادہ عدنان قادری (تحفیظ القرآن انٹرنیشنل) کی والدہ محترمہ، محترم پیر سید فیضان الحسن شاہ بخاری منہاجین کے چچا جان محترم پیر سید محمود الحسن بخاری قادری (آستانہ عالیہ کھیپڑانوالہ گجرات)، محترم علامہ شاہد الرحمان بغدادی منہاجین (سرائے عالمگیر) کی والدہ محترمہ، محترم شاہ زمان منہاجین (گوجرانوالہ) کے والد محترم عبدالرحمٰن، محترم ڈاکٹر محمد شعیب عارف القادری منہاجین (برنالہ آزاد کشمیر) کی والدہ محترمہ، محترم علامہ نور الٰہی منہاجین (چیچہ وطنی) کی والدہ محترمہ، محترم علامہ اسحاق سراج منہاجین (قصور) کے والد محترم خدا بخش، محترم علامہ خادم حسین طاہر منہاجین (گوجرانوالہ) ڈپٹی ڈائریکٹر منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے بڑے بھائی محترم طالب حسین طاہر، محترم علامہ محمد شیخ نواز شریف منہاجین (قصور) کی دادی محترمہ، محترم محمد اقبال (منہاج یونیورسٹی) کے ماموں محترم حاجی محمد صدیق، محترم صوفی شبیر احمد (سینئر صدر TMQ کوٹلہ) کی بھابھی، محترم محمد منیر (نائب صدر TMQ کوٹلہ۔ گجرات) کی بھابھی، محترم ریاست علی صبور (کوٹلہ) کے بڑے بھائی، محترم حاجی منظور احمد لنگڑیال (سرپرست TMQ کوٹلہ) کے خالہ زاد بھائی محترم محمد ہاشم، محترم سید حسن اختر شاہ (کوٹلہ) کی والدہ، محترم امانت علی لنگڑیال (کوٹلہ)، محترم حسان احمد مکی (حویلی لکھا) کے والد محترم، محترم غلام شبیر جامی (حجرہ شاہ مقیم) کی پھوپھو جان، محترم سردار ممتاز علی ڈوگر کی بھابی جان، محترم ملک مشتاق احمد نوناری (دیپالپور) کی اہلیہ محترمہ، محترم طارق محمود ڈوگر (صفدر آباد) کی ہمشیرہ، محترم حاجی شمس الحق مغل (صفدر آباد) کے بھائی، محترم ڈاکٹر اشفاق احمد (لالیاں) کے والد محترم، محترم محمد عباس بٹ (نارووال)، محترم سید محمود الحسن جعفری (گوجرانوالہ) کے ماموں زاد بھائی، محترم ماسٹر محمد وارث (لالیاں) کے بھائی، محترم محمد ولایت کلہ کے والد محترم، محترم حاجی ناصر علی (لالیاں) کی والدہ محترمہ، محترم احمد فراز کے چچا جان، محترم محمد افضل گوندل کے سسر جان، محترم امتیاز حسین ہرل (لالیاں) کے چچا جان قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و روحانی مقام

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے

حکمت و دانائی بہت بڑی بھلائی اور توفیقِ ایزدی ہے

محمد شفقت اللہ قادری

حصہ دوم

اِنسانی اِمتیاز کا ایک علمی پس منظر قبل ازیں ماہنامہ منہاج القرآن کے جولائی 2021ء کے شمارے میں زینتِ قرطاس بن چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اشرف المخلوقات کا تاج پہنائے جانے کے خاص اسباب علمی فضیلت اور الوہی فیوضاتی عطا ہے، تاہم سب سے پہلے تذکرہ کریں گے حکم قرآن کا جس میں خالق کائنات نے اپنے عباد الصالحین کی بابت قرآن مجید میں فرمایا:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرة، ۲: ۲۶۹)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے اور جسے (حکمت و) دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی۔

آپ ﷺ نے بھی علم کی اہمیت وفضیلت کو اپنے متعدد فرامین کی روشنی میں واضح فرمایا۔ چند ایک ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابن ماجه)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے۔''

۲۔ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ. (صحیح البخاری سنن أبو داود)

''بے شک علماء، انبیاء کرام کے وارث اور جانشین ہیں۔''

۳۔ فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.

''ایک فقیہ، شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔'' (سنن الترمذی. سنن ابن ماجه)

۴۔ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

(مسند أحمد بن حنبل)

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) عطا فرما دیتا ہے۔''

گویا ایسا علم جس سے خلقِ خدا کو نفع حاصل نہ ہو، بے کار ہے۔

۵۔ جب اِنسان اِس دنیا سے رُخصت ہوتا ہے تو اُس کے اَعمال منقطع ہوجاتے ہیں، مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں (اور ان کا ثواب اُسے پہنچتا رہتا ہے):

(۱) صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ (۲) عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْ (۳) وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ. (صحیح مسلم. مسند أحمد بن حنبل)

''صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اُس کے لیے دعا کرتی رہے۔''

۶۔ ایسا صاحبِ علم جو معلمِ اِنسانیت بھی ہو اور عین سنتِ مطہرہ کی متابعت و پیروی کرتا ہو، اُسے درج ذیل فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت و جانشینی میسر ہوگی:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. (سنن ابن ماجه)

''میں معلم بنا کر ہی مبعوث کیا گیا ہوں۔''

حکمت سے مراد ''فکر'' ہے

حکمت اور دانش کی بڑی پرمغز تفسیر کرتے ہوئے مجتہد عظیم، مجدد عصر، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے تفسیر سورۃ البقرہ میں آیت ۲۶۹ کے تحت فرمایا کہ جس طرح آقائے دو جہاں ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو علم و حکمت سے نوازنے

کا ذکر ہوا ہے، اسی طرح آیت مذکورہ بالا میں اس سے مراد دوسرے لوگ بھی ہیں۔ کیونکہ کئی ائمہ تفسیر و حدیث اور علماء لغت نے اس علمِ حکمت کی جو تعبیرات فرمائی ہیں وہ سب موقع محل کے مطابق درست اور بجا ہیں تاہم ہم حکمت (دانش) سے مراد ''فکر'' لیتے ہیں۔ لہٰذا اگر تمام لغوی اور اِصطلاحی تعبیرات کو سامنے رکھتے ہوئے، ''فکر'' کی تعریف کی جائے تو یہ ہوگی کہ:

ذکاوت، ذہانت، فہم و بصیرت اور ذہن کی سرعت صفائی سے حق و باطل، حسن وقبح اور خیر وشر میں تمیز کرکے ہر چیز کا مناسب تعین کرنا اور علم وعقل کے ذریعے صحیح اور درست بات کو پہنچنا ہی حقیقت میں ''فکر'' ہے۔

شیخ الفقہ و الحدیث مزید رقم طراز ہیں کہ علم اور فکر میں بھی ایک فرق ہے کہ علم فقط احکام کو جاننے کا نام ہے جب کہ ان احکام سے بذریعہ حکمت؛ مقاصد کا حصول، ان کے اسرار و رموز اور مؤثرات اور تعبیرات کو سمجھنا ''فکر'' کہلاتا ہے، کیونکہ علم صرف جانتا ہے اور فکر کا کام جان کر حقائق کی معرفت کے ذریعے اثرات و نتائج اخذ کرنا ہے۔

کسی دانشور کا قول ہے کہ ''انسان آگہی، تحقیق اور دریافت کے ذریعے اپنی غلطیوں، خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرتا رہتا ہے لیکن زندگی کی دوڑ میں وہی لوگ عالی معیار حاصل کر پاتے ہیں جو ذاتی نقائص کو دور کرنے کے لئے شعوری طور پر بیدار رہتے ہیں۔''

علم اور فکر کے باہمی تعلق کی نوعیت

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ امر متحقق ہوگیا ہے کہ علم مقصود بالذات نہیں بلکہ حصولِ مقصد کا درحقیقت ایک ذریعہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ. (فاطر، ۳۵: ۱)

''اور تخلیق میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ (اور توسیع) فرماتا رہتا ہے۔''

یعنی سنتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ انسان بھی علم کا دامن نہ چھوڑے اور علم کی طاقت سے تسخیرِ عناصر کے مرحلے طے کرے۔ اسی سنتِ اِلٰہیہ اور عطاے اِلٰہیہ کے باعث شیخ الاسلام علمی تخلیق اور تحقیق کے ذریعے تجدیدیت کے ساتویں آسمان پر محو پرواز ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ علم ہی آفرینشِ آدم سے لے کر آج تک عظمتِ آدم کا امین ہے اور تسخیرِ کائنات کی منزل تک پہنچنے کا واحد ذریعہ بھی زندہ اور تخلیقی علم ہی ہوسکتا ہے۔ تخلیقی اور زندہ علم وہ ہوتا ہے جو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق تاریک راہوں میں چراغ بن کر کاروانِ حیات کو رواں دواں رکھے۔ شیخ الاسلام کے نزدیک علم کو ہر دور میں موثرات زندگی کے تغیرات کے ساتھ ساتھ شریک سفر رکھنے اور اسے تخلیقی صلاحیتوں سے نوازنے کے لیے ''فکر'' کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی ''فکر'' جو علم کے بے جان جسم میں روح پھونک دے اور علم کو تحریک و ارتقاء سے آشنا کردے۔

معزز قارئین! اہلِ علم اور اہلِ فکر جب اپنی سعی منتہی اور قلبی جدوجہد سے امتِ مسلمہ کی زندگی کو تحریک دے کر تغیراتِ زمانہ کے ساتھ چلنے کے قابل بناتے ہیں اور حقیقی علم ومعرفت کا حامل عالم دین، مجتہد اور مجددِ وقت قوم کی زندگی آگے بڑھاتا ہے تو جمود وتعطل اس کی علمی اور عملی زندگی میں ہوتا ہی نہیں۔ ہر مجدد، مصلحِ امت اور مجتہد اپنے دور کے حالات کا علمی تعمق کے ساتھ جائزہ لیتا ہے اور پھر آنے والے حالات کا ادراک کرتا ہے، قدیم افکار، اصطلاحات اور اکابرین کی خدمات کو مدنظر رکھتا ہے، اسی طرح وہ ماضی، حال اور مستقبل کے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لینے کے بعد اصلاح اور تجدید و اِحیاء کے لیے فکر واضح کرتا ہے۔ اس کی یہ کاوش کئی دھائیوں پر محیط ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علمی اور روحانی مقام

نابغہ عصر، مجتہد عظیم، مجددِ رواں صدی، حکمت و دانش کے بحرِ بیکراں، علمی، تجدیدی، فقہی اور روحانی عہد ساز ہستی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری وہ ہیں کہ جن کے قلب و باطن میں علم کے نور کی ایک لامحدود کائنات آباد ہے اور جن کے روحانی اور علمی فیوضات حضور نبی اکرم ﷺ کے در کی خیرات سے ماخوذ ہیں۔ شیخ الاسلام کی تعلیمات اور فیوضات نہ صرف شیخ الاسلام کو انفرادی طور پر منوّر و تاباں کیے ہوئے ہیں بلکہ شرق تا غرب امتِ مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کی اَبدی ضمانت بنے

ہوئے قوم و ملتِ محمدیہ ﷺ کو حیات جاودانی سے بہرہ ور کیے ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام، حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے اِس علمی و روحانی فیض کے وارث و امین ہیں جس کی بابت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جو شخص علم نافع حاصل کرتا ہے اور پھر اس پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے علم میں اپنی شانِ عطا کے مطابق وسعت پیدا فرما دیتے ہیں اور اپنی وسعت یزدانی اور عطائے علمیت سے علمِ لدنی عطا فرما دیتا ہے۔

قدرتِ کاملہ نے داعیِ انقلابِ مصطفوی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو بے پناہ علمی اور روحانی فیوضات و کمالات کا منبع و سرچشمہ بنا کر آپ کے دامنِ کشائش کو علمی، روحانی اور کراماتی اِنعاماتِ اِلٰہیہ سے مستفیض کر رکھا ہے جن کا اِحاطہ کرنا دشوار اور ناممکن ہے، اس لیے کہ رب کریم کی عطائے کریمانہ لامحدود کی مقدار کا تعین کرنا ناممکن ہے۔ تاہم شیخ الاسلام کے چند علمی، روحانی، فیوضاتی اور کراماتی اوصاف جو بلاشک و شبہ وَھبِ خداوندی ہیں، ان کا مختصراً تذکرہ تحدیثِ نعمت کے طور پر ذیل میں کیا جارہا ہے:

۱۔ عشقِ الٰہی اور عشقِ رسالت مآب ﷺ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کے باعث ''اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ اور فَاتَّبِعُوْنِیْ'' کی عملی تفسیر ہیں۔ آپ عشقِ الٰہیہ اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا حسین امتزاج ہیں۔ عشاق کے قلوب و اذہان کو عشق کی قوت و رعنائی آپ کی ذات اور تعلیمات سے ہمہ وقت فراہم ہوتی رہتی ہے۔

۲۔ ادبِ اِلٰہی اور اَدبِ مصطفیٰ ﷺ

ایک لطیف اور عمیق نکتہ قارئین کے ذوق، آگہی اور جستجو کے پیش نظر رقم ہے کہ محبتِ اِلٰہی اور محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی ارتقائی منزل عشق اور جنون ہے لیکن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کے نزدیک مکتبِ عشق کا نصاب ''ادب'' ہے کیونکہ اسی ادبِ الٰہی اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ کی بدولت آپ کے قلب سلیم میں عشقِ الٰہیہ اور عشقِ رسالت ﷺ کا سوز و گداز محبت کا ارتقائی سفر کرتے کرتے اَلْعِشْقُ نَارٌ کے مصداق بن چکا ہے۔ یعنی عشق کا آتش فشاں مچل رہا ہے جو درحقیقت شیخ الاسلام کی پوری علمی و روحانی کائنات پر محیط ہے اور اس کا صحیح تعین فقط وہی کرسکتا ہے جو بذاتِ خود عشق کی دولت سے سرفراز ہو۔

۳۔ حیرت انگیز قوتِ حافظہ

شیخ الاسلام کی سحر انگیز اور پر تمکنت شخصیت کے ساتھ ساتھ آپ کی حیرت ناک خداداد قوتِ حافظہ آپ کی علمی کرامت سے کم نہیں۔ آپ لاکھوں قرآنی معارف، مطالب اور معانی اور پانچ لاکھ احادیث مبارکہ کو اپنا علمی مسکن بنائے ہوئے ہیں۔

۴۔ مخصوصِ علمی تعمق

خالق نے دیگر انعامات کے ساتھ ساتھ شیخ الاسلام کو علمی اور روحانی تعمق یعنی اتھاہ گہرائی، باریک بینی اور باریک نگاہی عطا فرمائی ہے جس سے وہ آنے والے حالات کا دور اندیشی سے تجزیہ فرما دیتے ہیں اور ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہوتا ہے۔

۵۔ فکری استقلال اور استقامت

شیخ الاسلام کی تحریکی، علمی، روحانی اور فکری مستقل مزاجی اور استقامت؛ شرق تا غرب آپ کی تحریک اور نظریات کی ہیشگی اور دوامیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۶۔ حاضر دماغی اور حالات کا ادراک

حالاتِ حاضرہ کا ادراک اور حاضر دماغی کسی قیادت و سیادت کی بہترین خوبیوں میں سے ہیں اور یہ دونوں کمال درجہ میں شیخ الاسلام کی باکمال شخصیت کا جزو لاینفک ہیں۔ انہی دو خوبیوں کی بدولت آپ دوست دشمن کی پہچان میں زیادہ دیر نہیں لگاتے۔ یہ آپ کی کامیابی اور کامرانی کی ایک اہم وجہ بھی ہے جو خدا داد ہے۔

۷۔ پاکیزگیِ نیت اور کامل اخلاص

شیخ الاسلام کی فتح یاب اور کامران زندگی میں پاکیزگیِ نیت اور کامل اخلاص کا عمل دخل ہے۔ آپ اعمال کا دارومدار نیت اور اور کامل اخلاص کو ٹھہراتے ہیں اور عمل سے زندگی کو جنت اور جہنم بنانے کے اصول پر کارفرما ہیں۔

۸۔ کشادہ قلبی

ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ جو فقط خدا داد ہی ہوتی ہے، وہ

آپ کی کشادہ قلبی ہے۔ آپ کے نزدیک کشادہ قلبی سے مراد یہ ہے کہ پوری دنیا دسترس اور اپنے قبضہ میں ہونے کے بعد بھی قلبِ سلیم میں اس کی جگہ نہ ہو۔ دل لالچ و حرصِ دنیا سے خالی ہو، اوروں کے لئے وسیع و عریض ہو یعنی وسعت پذیر ہو اور اپنے لیے قناعت پزیر ہو۔

۹۔ کشادہ رَو

آپ کا چہرہ کھلی کتاب کی مانند عیاں متبسم اور کھِلا کھِلا ہے۔ یہ شیخ الاسلام کی روحانیت کا مظہر ہے۔ آپ کو یہ خوبی خدا دادطور پر حاصل ہے۔

۱۰۔ علمی عقدہ کشاء

آپ علم و حکمت کے ایسے عقدے کشا فرماتے اور ایسے نکاتِ علمی سے نوازتے ہیں کہ حقیقی معنی میں اسلاف اور کبار ائمہ کے فیوضات کے وارث و امین قرار پاتے ہیں۔ نہایت پیچیدہ معاملات کا کمال طریقہ سے قرآن و سنت کے عین مطابق حل فرماتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ عین موقع محل اور حکمت سے حل نکالنا آپ کی روحانی و علمی کرامت سے کم نہیں۔

۱۱۔ روحانی عقدہ کشاء

آپ یوں تو لاکھوں وابستگان کی ہمہ وقت روحانی رہنمائی فرماتے ہی ہیں مگر روحانی عقدہ کشائی کے لئے کروڑوں وابستگان اور عقیدت مندان کے لئے ایک روحانی فیوضاتی کتاب مرتب فرمائی ہے جو فقط قرآنی آیات ربانی اور آپ کی خاص فیوضاتی کرامت اور اثر انگیزی کی علامت ہے۔ اس کتاب کا نام **الفیوضات المحمدیۃ** ہے جو وابستگانِ کے لیے نسخۂ کیمیا ہے۔

۱۲۔ معاشرتی عقدہ کشاء

آپ نے بے شمار ایسے توجہ طلب اہم مسائل حل فرمائے جو علمائے وقت، فقہاءِ زمان اور محدثین و مصنفین سے حل نہ ہوسکے۔ آپ نے علمی کشفی فیوضات اور توجۂِ گنبدِ خضراء سے قرآن و سنت کی روشنی میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ آنے والی صدی کی عین ضرورت کے مطابق ان مسائل کے ایسے مؤثر حل پیش کیے ہیں کہ وہ جدید علمی اور بین الاقوامی سطح پر خاص فوقیت اور اجتہادی علمی مقام رکھتے ہیں۔ میرے مطابق یہ بھی شیخ الاسلام کی کرامتِ علمی کا ایک حوالہ ہے۔

۱۳۔ علمی اور روحانی رعب و تمکنت

خداداد طور پر شیخ الاسلام کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر ایک عُلو علمی مقام حاصل ہو چکا ہے۔ دور دور تک کوئی ایسی شخصیت اُفقِ علم اور اُفقِ روحانیت پر نظر نہیں آتی جو بیک وقت بے پناہ علمیت اور روحانیت کا حسین امتزاج بھی ہو اور فضلِ رب تعالی اور فیض یابیِ رسالت مآب ﷺ کا شاہ کار بھی ہو۔ میری نظر میں یہ بھی قدرتِ کاملہ کی تفویض کردہ کرامتِ علمی اور روحانی کا عملی نمونہ ہے۔ وہ شخصیت جو ایک ہزار کتب کی مصنف اور 7,000 علمی، اجتہادی اور روحانی عنوانات پر علمی گوہر فشانی کر چکی ہو اور کھلے عام، میدانِ عمل میں جس کے علمی استدلال کے ڈنکے بجتے ہوں اور کوئی معقول تنقید نگار علمی اور فکری سطح پر ان کے علمی استدلال کو رد نہ کرسکے تو پھر آپ اسے کیا کہیں گے؟

۱۴۔ فراست و کشائش

شیخ الاسلام کے قلب و نظر میں کمال فراست اور کشائش ہے۔ جس طرح رب العزت نے وسیع علمی ظرف سے نوازا ہے، اسی طرح آپ مخالفین کی تنقید برائے تنقید اور علمی اعتراضات پر یکدم نہ پریشان ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کا علمی لرزہ طاری ہوتا ہے۔ تحمل و بردباری سے سنتے اور پڑھتے ہیں اور موقع محل کے مطابق علمی، قرآنی اور عین سنتِ مطہرہ کی روشنی میں مدلل اور کامل استدلال کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ خواہ مخواہ مناظرے کی کیفیت طاری نہیں کرتے کیونکہ بعض علماء اور سستی شہرت کے متلاشی، ابھرتے ہوئے نام نہاد اسکالرز بڑی علمی شخصیت سے مناظرے کا ماحول بنا کر شہرت چاہتے ہیں، ان کے جوابات دینا آپ وقت کا نقصان سمجھتے ہیں، حالانکہ اس طرح کے نامور علمی مناظروں میں شیخ الاسلام ابتدائی طالب علمی کے دور میں فتح یاب ہوچکے ہیں۔ یہ خاص فراست کشائش بھی میری نظر میں علمی اور روحانی کرامت ہی گردانی جائے گی۔

(جاری ہے) ❁❁❁❁❁

”ہم مسلمانوں پر لازم ہے قرآن پاک کو غور سے پڑھیں“ بانیٔ پاکستان

برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کا ساتھ دے کر حصول پاکستان کی منزل کو قریب تر اور جدوجہد کو مختصر کرنے میں اہم کردار ادا کیا

انگریز حکمرانوں نے علمائے کرام کو ”جزائر انڈیمان“ کالا پانی کی سزائیں دیں

نوراللہ صدیقی

برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کا ساتھ دے کر حصول پاکستان کی منزل کو قریب تر اور جدوجہد کو مختصر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ بات بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے کہ آخر علمائے کرام نے ایک ایسی شخصیت کا ساتھ دینے کا ارادہ کیوں کیا جو بظاہر آزاد خیال نظریات اور فکری خدوخال کی حامل تھی، جس کی اسلام کے بارے میں معلومات بذریعہ عربی زبان نہیں بلکہ انگریزی زبان تھی؟ اس حوالے سے کوئی واضح اظہارِ خیال سے قبل ہمیں علمائے ہند کے بارے میں بھی مختصر معلومات جاننا ہوں گی۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے اسلامی تاریخ کے اندر علماء و مشائخ نے تاریخ کے ہر دور میں تعمیرِ ملت کے ضمن میں بہت مخلصانہ خدمات انجام دیں اور ملتِ اسلامیہ کو صراطِ مستقیم سے آگاہ رکھا۔ علمائے کرام نے راہِ حق میں ہمیشہ کلمۂ حق بلند کیا اور ہمہ وقت بڑی سے بڑی جانی و مالی قربانی کے لئے پرعزم رہے۔ معتبر اور جید محدثین اور ائمہ کرام نے بھی اپنے اپنے وقت میں کلمۂ حق بلند کرنے کی پاداش میں صعوبتیں برداشت کیں۔ اس حوالے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا ایک بہت ہی خوبصورت جملہ احوال کی ترجمانی کرتا ہے کہ قرآن کی تعلیمات اور حکمران کی خواہشات یکجا نہیں ہوتیں۔ حکومت حاصل کرنے، اسے چلانے اور مستحکم کرنے کے لئے بسااوقات وہ وہ ہتھکنڈے بروئے کار لانا پڑتے ہیں کہ قرآن جن کی اجازت نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ حق نے جب کلمۂ حق بلند کیا تو وہ اہلِ دربار کی سماعتوں پر ہمیشہ ناگوار گزرا اور پاداش میں علماء و محدثین کو ناقابلِ بیان تکالیف، مصائب اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ائمہ حق نے مسلم حکمرانوں کے عہدِ اقتدار میں جن مسائل کا سامنا کیا، وہ بہت ہوشربا ہیں۔ یہ ایک الگ مضمون کا مواد ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے دورِ اکبری و جہانگیری میں ان کے خود ساختہ دینِ الٰہی کے تاروپود بکھیرنے کے لئے جس جرأت و مردانگی کا مظاہرہ کیا، تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے دو قومی نظریہ کا دفاع کرکے یہ واضح کیا کہ مسلمان کی شناخت، پہچان، تہذیب و تمدن، ثقافت، بول چال، فکر و عقائد ہر اعتبار سے جداگانہ شناخت اور اپنا تشخص رکھتے ہیں۔ اس کلمۂ حق پر انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے تکالیف کا سامنا کیا۔

برصغیر کی آزادی کی جدوجہد کا باقاعدہ آغاز 1857ء کی جنگ آزادی سے ہوتا ہے۔ اس جنگ میں بھی جانی و مالی قربانیاں دینے والوں میں علماء، مشائخ سرفہرست رہے۔ برصغیر پاک و ہند کے اندر سب سے پہلا سفر نامہ مولانا جعفر تھانیسری نے لکھا۔ اس سفر نامہ کا نام ”جزائر انڈیمان“ یعنی سزائے کالا پانی تھا۔ اس سفر نامے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے کرام نے غاصب انگریز کا مقابلہ کرتے ہوئے بہت تکالیف کا سامنا کیا اور علماء کی بڑی تعداد کو گرفتار کر کے کالا پانی بھجوایا گیا۔ ”جزائر انڈیمان“ کلکتہ سے مغرب کی طرف لگ بھگ پانچ سو کلومیٹر کی مسافت پر تھے۔ خشکی کے اس ٹکڑے کو انگریزوں نے جیل کا درجہ

دیا اور انگریز سرکار کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کو گرفتار کر کے کشتیوں پر سوار کر کے ان جزائر تک پہنچا دیا جاتا تھا جہاں سے واپسی ناممکن تھی کیونکہ یہ طویل ترین سفر اس وقت کشتیوں کے ذریعے ہی ممکن تھا اور یہاں جانے والوں کی ہمیشہ لاشیں ہی واپس آتی تھیں۔ اس دور میں ’’جزائر انڈیمان‘‘ کو کالا پانی سے اس لئے تعبیر کیا جاتا تھا کیونکہ یہ اصطلاح موت کی وادی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ الغرض جہاں علمائے کرام نے حق کے لئے لازوال قربانی کی داستانیں رقم کیں وہاں کچھ علماء ایسے بھی تھے جنہوں نے دنیوی فوائد کے لئے انگریزوں کا ساتھ دیا اور بانی پاکستان پر کفر اور فسق و فجور کے فتوے صادر کئے۔

سوال یہ ہے کہ علمائے کرام قائداعظم محمد علی جناحؒ کی سیاسی فکر پر جمع کیسے ہوئے اور تحریکِ آزادیٔ پاکستان کے اندر ان کی بے مثال جدوجہد تاریخ کا حصہ کیسے بنی؟ یاد رہے کہ بلا شبہ بانی پاکستان مغربی بود و باش کے حامل تھے مگر ان کے سینے میں عشق مصطفیٰ ﷺ سے لبریز دل دھڑکتا تھا۔ وہ بلاجھجک پاکستان کو اسلام کی ایک تجربہ گاہ بنانے کی فکر رہتے تھے۔ بانی پاکستان اگرچہ پاکستان کو کسی قسم کی مُلا سٹیٹ نہیں بنانا چاہتے تھے۔ ان کے سیکڑوں ارشادات تاریخ کی کتب میں محفوظ ہیں، تاہم اس کے برعکس وہ ایسا پاکستان نہیں چاہتے تھے جو نظریہ اور فکر کے اعتبار سے مادر پدر آزاد ہو۔ قائداعظم پاکستان میں شریعت محمدی ﷺ کا اجالا چاہتے تھے۔ وہ ریاستِ مدینہ ماڈل کے داعی تھے۔ ان کی اسی فکر نے علمائے کرام کی توجہ حاصل کی اور علمائے ربانی ان کی قیادت میں پاکستان کی جدوجہد کے ہراول دستے بن گئے۔

تحریک پاکستان میں علامہ فضل الحق خیرآبادی، شاہ احمد سعید بریلوی، شاہ احمد اللہ شاہ مدراسی، مفتی کفایت علی کافی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا امام بخش صہبائی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، پیر سید جماعت علی شاہ، محدث علی پوری، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہم نے تحریک آزادی میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور عوامی شعور کو بیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان علمائے حق کے درجات بلند فرمائے۔

آیئے! ہم بانی پاکستان کے ان افکار کا تذکرہ کرتے ہیں جو علمائے حق کی توجہ کا باعث بنے:

ا۔ 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے جلسہ میں حصولِ پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے بانی پاکستان نے قوم کو یاد دلایا تھا کہ: ’’ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں‘‘۔

۲۔ کراچی میں ایک موقع پر 1943ء کو بانی پاکستان نے فرمایا: ’’وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں، وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب ایک امت‘‘۔

۳۔ 1943ء میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے بانی پاکستان نے فرمایا: ’’مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کے طرزِ حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوں؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے اور میرے خیال میں مسلمانوں کے طرزِ حکومت کا آج سے 13 سو سال قبل فیصلہ کر دیا گیا تھا‘‘۔

۴۔ 1944ء میں بانی پاکستان نے گاندھی کو خط لکھتے ہوئے کہا: ’’قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرض سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ یہ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امورِ حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر ایک قول، فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات و مابعد کے ہر معیار اور مقدار کے مطابق کہتا ہوں‘‘۔

تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا۔۔۔عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

علامہ اقبالؒ کا تصورِ جبر و اختیار

انسان کی فطرت میں کائنات کی تسخیر، تعمیر، تنسیخ کا مادہ رکھ دیا گیا ہے

خودی کے زمان کی وسعت مادی زمان کی وسعت سے بدرجہا زیادہ ہے

علی وقار قادری۔ڈائریکٹر لارل ہوم انٹرنیشنل سکولز

ناچیز جہانِ مہ و پرویں ترے آگے
وہ عالمِ مجبور ہے، تُو عالمِ آزاد

انسان کی فطرت میں کائنات کی تسخیر، تعمیر، تنسیخ کا مادہ رکھ دیا گیا ہے۔ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اس مادے کو کتنا پروان چڑھاتا ہے اور درست سمت میں کام لیتا ہے۔ انسان فطرت بالقوۃ (یعنی وہ فطرت جو ظاہر نہیں ہوتی بلکہ Potentially انسان میں موجود ہوتی ہے) سے دو طرح کی مطابقت پیدا کرسکتا ہے، یا خود کو کائنات سے ہم آہنگ کرے یا سعیِ پیہم کے ذریعے مخفی کائناتی قوتوں کو اپنے لیے مفید مطلب بنا لے۔ ان دونوں کاموں میں خدا انسان کی حرکت کے تناسب سے اس کا مددگار و معاون بن جاتا ہے۔ جو خود متحرک نہیں، اللہ اس کا مددگار نہیں۔

تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

فکری ساخت کی تشکیل کے حوالے سے انسان سازی کے چار عناصر ہیں:

۱۔تحت الشعور ۲۔سماجی ماحول
۳۔ارادہ و اختیار ۴۔عمل

ان میں سے ایک عنصر (سماجی ماحول) خارجی ہے، باقی سب داخلی ہیں جن پر انسان کا مکمل اختیار ہے۔ لہٰذا انسان با اختیار واقع ہوا ہے اور یہ اختیار ہی انسان کی وجہِ فضیلت ہے:

نہ مختارم تواں گفتن نہ مجبور
کہ خاک زندہ ام در انقلابم

مستقبل ذاتِ الٰہی کی کلیت میں تخلیقی فعالیت کی حیثیت میں سمایا ہوا ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک اس چیز کی بصیرت قضاء و قدر پر پختہ یقین کی صورت میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ اقبالؒ قضا و قدر پر ایمان کو خیرِ اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔

لامحدود (یعنی روح) جب محدود (یعنی جسم انسانی) میں ظہور پذیر ہو تو پھر ذاتِ متناہیہ (یعنی انسان) کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ فعال اور خود مختار ہو۔ یہ بنیادی قاعدہ ہے۔

فطرت بالقوہ کی تشکیل کے چار بنیادی عناصر ہیں:

۱۔اقرارِ الوہیت ۲۔فجور و تقویٰ کا امتیاز
۳۔بصیرتِ نفس ۴۔ذمہ داری اور جوابدہی

(فطرت کا قرآنی تصور از شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ص ۱۱-۱۳)

خیر و شر اور فجور و تقویٰ میں امتیاز کا عنصر ہر انسان میں رکھ دیا گیا ہے، تاکہ وہ ارادہ و اختیار میں اس کو بروکار لائے۔ خیر و شر اور فجور و تقویٰ میں تمیز کے درجہ بہ درجہ پہلو انسان میں رکھنے سے مقصود یہ تھا کہ اس تمیز کے نمایاں احساس کی بناء پر منفی محرکات کو اختیاراً قابو میں رکھنا ممکن ہو سکے اور مثبت محرکات کو قصد و ارادہ کی بنیاد پر بروئے کار لانا اور ماورائی حقیقت یعنی ذاتِ خدا سے تقرب حاصل کرنا ممکن ہو سکے۔ یہی فطرتِ بالقوۃ کے حقیقی فروغ کا مثبت سمت میں وظیفہ ہے۔

فطرتِ انسانی کی اس (مذکورہ) ساخت کو دیکھا جائے تو یہ بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان شر کے اختیار پر مجبور نہیں۔ ساتھ ہی کمال یہ ہے کہ انسان کو یہ اختیار بھی دے دیا کہ وہ فطرتِ انسانی کے مثبت تقاضوں کو ذاتِ باری کے اوصافِ عالیہ کی نہج پر برت سکے اور مزید پروان چڑھائے۔ شریعت کا بھی یہی مطلوب ہے کہ تخلقوا باخلاق اللّٰہ۔ اللہ کے اخلاق اپناؤ۔ حضور ﷺ کا اخلاق قرآن/کلام الٰہی، یہ اخلاق کو پروان چڑھا کر مثبت سمت میں برتنے کی انتہا اور آخری درجہ ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تمام کمالات کے باوصف انسان کے ارادے پر کچھ حد بندی منشاءِ قدرت نے کر دی ہے کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر

آزادی و اختیار کا یہ شعور اور احساس، پوری نسلِ انسانی یا کسی بھی طبقہ کے ارتقاء اور کامیابی کے لئے "اصولِ حرکت" کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی پہلو کے شعور کی بنیاد پر تہذیب، تمدن، مذاہب اور اقوام تاریخ رقم کرتی ہیں۔ اس شعور کا احساس اور قوی تر احساس کامیابی کی ضمانت ہے۔ جن اقوام سے یہ احساس چھن جائے، ان کو زوال سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

انسان کی خودی فطرت سے گہری وابستگی رکھتی ہے۔ خودی کو اگر فطرت سے الگ کر کے روح کی صورت دے دی جائے تو یہ اس قابل ہو جاتی ہے کہ فطرت کے راز انسان پر منکشف کرے

یہاں سے جبر وقدر کی بحث میں اقبال خودی کی کارفرمائی کو لے کر آتے ہیں۔ یعنی خودی کا ارداہ و اختیار سے گہرا تعلق سمجھتے ہیں۔ اقبالؒ خودی کو زمان ومکاں کی زنجیروں میں مقید نہیں سمجھتا جیسا کہ انسان کا ماوی وجود اس کا پابند ہے۔ اقبال کا کہنا ہے کہ یہ درست ہے کہ ذہنی اور طبعی افعال زمان کے اندر وقوع پذیر ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود جس طرح زمانِ الٰہی اس مادی زمان سے مختلف ہے (حالانکہ یہ مادی زمان بھی الٰہی تخلیق ہے) اسی طرح خودی کا زمان ایک علیحدہ صورتِ حال رکھتا ہے۔ پس طبعی حوادث اور ذہنی حوادث ہوئے اس مادی زمانے میں ہیں مگر اس پر من کل الوجوہ طبعی وجوب اور زمانی لزوم کا اطلاق نہیں ہوا کرتا۔

خودی کے زمان کی وسعت اس مادی زمان کی وسعت سے بدرجہا زیادہ ہے۔ انسان کے ارادہ پر انسانی وجود سے زیادہ خودی اثر انداز ہوتی ہے۔ پس وجودِ انسانی کا درجۂ اختیار خودی کے درجۂ اختیار سے بدرجہا بلند ہے، پس انسان ارادے، اختیار وترک میں بڑی حد تک با اختیار ٹھہرا۔

انسان کی خودی فطرت سے گہری وابستگی رکھتی ہے۔ خودی کو اگر فطرت سے الگ کر کے روح کی صورت دے دی جائے تو یہ اس قابل ہو جاتی ہے کہ فطرت کے راز انسان پر منکشف کرے۔ مراد یہ کہ روح میں آزادی کا عنصر کثیر ہے، خودی اگر ترقی پا کر اس مقام کے قریب قریب آ جائے تو پھر انسان پر فطرت کے انکشافات ہونے لگ جاتے ہیں۔ اس جہت میں انسان زیادہ محنت کرے تو وہ آزادی میں دو چند وسعت پید کر سکتاہے۔ اسی کی بدولت ذہنِ انسانی سے تصورات و ایجادات عمل میں آتی ہیں۔ اقبالؒ کے کہا تھا:

؎ وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

اقبالؒ نے اپنی نظم ''نوائے وقت'' میں وقت کو ایک انسانِ کامل کے حضور لا کھڑا کیا اور یہ سب کچھ خودی کا اعجاز تھا۔ خودی کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو قدر آفرینی (باطنی پہلو) ہے جو ماورائی اور داخلی قوتوں سے انسان کو جوڑتا ہے اور دوسرا پہلو اثر اندازی ہے جو عالمِ خارج سے متعلق ہے۔ اقبال کا مرد قلندر یا مرد کامل وہ ہے جو زمانے کا پابند نہیں ہوتا بلکہ زمانے کو اپنے تابع رکھتا ہے:

؎ مہر و ماہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

❁❁❁❁❁

علمی وعملی، اخلاقی وروحانی، تعلیمی وسائنسی، فقہی وقانونی،

انقلابی اور فکری وعصری موضوعات پر 600 سے زائد کتب دستیاب ہیں

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
AUG-2021
LAHORE
Regd CPL No.41

Minhaj University Lahore

Chartered by Government of Punjab | Recognized by the HEC in W3 Category | Accredited by PEC

ADMISSIONS OPEN FALL 2021

100% Online Ready University

Admission Office is Open **7 Days** a Week

MORNING & WEEKEND PROGRAMS

ADP I Undergraduate I Postgraduate I Ph.D

ADP Programs — MORNING

- Computer Science
- Computer Networking
- Web Design and Development
- Double Math & Physics
- Botany, Zoology & Chemistry
- Islamic Banking and Finance
- Human Resource Management
- Business Administration
- Accounting and Finance
- Commerce
- Mass Communication
- Education
- Arts
- English

BS Programs — MORNING

- Chemical Engineering
- Software Engineering
- Information Technology
- Computer Science
- Data Science
- Artificial Intelligence
- Cyber Security
- Food Science & Technology
- Human Nutrition and Dietetics
- Medical Lab Technology
- Biochemistry
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- B.Com (4 Years)
- BBA
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Peace and Conflict Studies

MS/M.Phil/MBA Programs — WEEKEND

- Computer Science
- Food Science & Technology
- Biochemistry
- Clinical Nutrition
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English (Linguistics)
- English (Literature)
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- Theology & Religious Studies
- Peace & Counter Terrorism Studies
- Management Sciences
- MBA (Professional)
- MBA (Executive)
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Criminology & Criminal Justice System

Post Graduate Diploma

- Halal Standards and Management Systems
- Peace & Counter-Terrorism Studies

Ph.D Programs — WEEKEND

- Library & Information Science
- International Relations
- Political Science
- Economics
- Mathematics
- Education
- Urdu

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
042 35145621-4 Ext # 320, 321

www.mul.edu.pk
admission@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL